حیات ہمایون، از اختر چرخ برتری و رشک زہرہ و مشتری، جناب آغا مرزا محمد جعفر صاحب جعفری، حجم ۱۴۳ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی، قیمت ۱۴ر، پتہ:- شیخ محمد جان الٰہی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور،

ہمایون نامہ گلبدن بیگم پنجاب یونیورسٹی کے منشی فاضل کے نصاب مین داخل ہے، جناب مرزا محمد جعفر صاحب جعفری نے طلبہ کی آسانی کے لئے اس کا خلاصہ اردو مین کیا ہے، جو "حیات ہمایون" کے نام سے شایع ہوا ہے، رسالہ کی زبان صاف سلیس، اور انداز بیان عمدہ ہے، لیکن اگر "لاکن" کی جگہ "لیکن" لکھا جاتا تو بہتر تھا،

خلاف الامۃ فی العبادات، مترجمہ مولوی عبد الرحیم صاحب ناظم مکتبہ علوم مشرقیہ پشاور، حجم ۳۶ صفحے، معارف سائز، کاغذ اور لکھائی چھپائی متوسط، قیمت ۵ر، پتہ:- الہلال بک ایجنسی نمبر ۲۴ شیر انوالہ دروازہ لاہور،

یہ علامہ ابن تیمیہ کے رسالہ خلاف الامۃ فی العبادات کا صاف سلیس اور روان ترجمہ ہے جس مین بتایا گیا ہے کہ سنیون کے مختلف فرقون کی عبادات نماز اور حج وغیرہ مین جو اختلافات ہین، وہ فروعی ہین، ان کو اصل عبادت کے جائز و باطل ہونے مین کوئی دخل نہین، بلکہ سب مسائل مستحبات و مکروہات سے متعلق ہین، اور مثال مین حج کا قران و تمتع سے ادا کرنا، البسملہ کا جہر و خفی سے پڑھنا، قنوت فجر، قنوت مغرب و عشاء، قنوت بعد از رکوع اور عیدین کی تکبیرین وغیرہ کو پیش کیا گیا ہے، یہ رسالہ دور حاضر مین بھی جماعت اہل حدیث و احناف دونون کے لئے مفید ہے، ان فرقون مین آج کل رسالہ بازی اور مخالفانہ و موافقانہ تحریرین زیادہ تر انھین مسائل پر ہوتی رہتی ہین،

"ر"

جلد بست و ششم ۲۶	ماہ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۰ء	عدد ۲

مضامین

شذرات

سیرۃ نبویؐ کی چوتھی جلد بحمد اللہ کہ اب اس قابل ہوئی کہ وہ مطبع کے حوالہ کیجا سکے، یہ جلد غالباً چھ سو صفحون مین پوری ہوگی، اور ۱۹۳۱ء کے آخر آخر تک بھی چھپکر پوری ہو جائے تو غنیمت ہے، اس سے پہلے تو پوری ہی نہین ہو سکتی، آج کے مقالات مین اس کے مقدمہ کے چند صفحے صرف اس کے موضوع بحث کی تشریح کے لیے درج کیے جاتے ہین، کہ اکثر احباب اس کے متعلق دریافت فرماتے رہے ہین،

سیرۃ کی گذشتہ تیسری جلد جسمین **معجزات** پر بحث ہے، اس مین ایک باب معجزات اور فلسفہ پر ہے، یہ باب جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ مین تصریح ہے، ہمارے سابق رفیق دار المصنفین مولنا عبد الباری صاحب ندوی معلم فلسفۂ جدیدہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا لکھا ہوا ہے، موصوف نے اس باب کو اس خوبی اور تحقیق سے لکھا تھا کہ اسکو تمام اہل نظر نے بالاتفاق پسند کیا، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس سے عقل پرست گروہ کے متعدد افراد کو ہدایت اور رہنمائی ملی، مگر ہمارے فاضل دوست کے مذہبی خیالات مین بعض بزرگون کے فیض سے روز بروز تبدیلی و ترقی ہوتی جاتی ہے، اس لیے وہ اب اپنی ہر اس تحریر کو جو کتاب و سنت رسولؐ اور سلف صالحؒ کے مسلک سے سر مو متجاوز ہو، گناہ عظیم سمجھتے ہین، اور اس کے لیے ہر کفارہ ادا کرنے کے لیے تیار ہین، بنا برین وہ اپنے اس مضمون کے متعلق یہ اعلان مناسب سمجھتے ہین کہ اس مین جو چیز ایسی ہو جو اس صحیح مسلک کے خلاف ہو وہ اس سے رجوع کرتے ہین، اور کتاب و سنت کے ٹھیٹ اور صحیح مفہوم پر قائم ہین، اور باب مذکور کے ناظرین سے بھی وہ یہی توقع کرتے ہین،

سیر الصحابہؓ کے نام سے جو سلسلہ دار المصنفین مین قائم ہے، اس کی ایک نئی جلد چھپکر تیار ہے، اسمین ان مہاجرین صحابہؓ کے حالات ہین جو فتح مکہ کے قریب اسلام لائے ہین، یہ پونے چار سو صفحون مین تمام ہوئی ہے، اس کے مؤلف مولوی شاہ **معین الدین احمد** صاحب ندوی رفیق دار المصنفین ہین،

ہندوستان کا موجودہ دور مسلمانون کے لیے سخت قلق افزا ہے، رہنما مختلف الرائے اور عوام غافل و بے پروا ہین، جب ان کو صحیح یا غلط نام سے جوش مین لایا جاتا ہے، تو کچھ دور دوڑتے ہین، اور پھر تھک کر بیٹھ جاتے ہین، پھر ان کے جوش و غیرت کے لیے رہنما کوئی نیا تماشا کھڑا کرتے ہین اور پھر وہ ہاتھ پاؤن جھاڑ کر کھڑے ہوتے ہین، [illegible] سے لیکر آج تک یہی سلسلہ قائم ہے، کیا یہ زندگی کی علامت ہے؟

ہندوستان مین مسلمانون کا انتشار اور پراگندگی بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ خدا جانے آپ اسکا کیا جواب دین، ہمارے نزدیک تو بڑھ رہی ہے، پچیس تیس برس مسلمان صرف ایک ایجوکیشنل کانفرنس یا ندوۃ العلماء کو جانتے تھے، اس کے بعد سیاسی حیثیت سے [illegible] سے لیکر مسلم لیگ کو جانا اور [illegible] تک یہی عالم رہا، اس کے بعد پرانی انجمنون سے سیر ہو کر مجلس خلافت قائم کی اسی کیساتھ جمعیۃ العلماء بنائی گئی، چند برس انکی بہار رہی، پھر تنظیم اور تبلیغ کا شور و غوغا ہوا، اور آل انڈیا تنظیم کانفرنس اور تبلیغ کانفرنس کا زور ہوا، پھر ایک مسلم لیگ کی دو مسلم لیگین ہوئین، پھر ایک خلافت کی دو خلافتین ہوئین، ایک جمعیۃ العلماء سے دو "جمعیۃ العلمائین" ہوئین، اب آجکل آل انڈیا مسلم کانفرنس کا دور ہے، دیکھین اس ایک مسلم کانفرنس کی دو مسلم کانفرنسین کب بنتی ہین، اور ہمارے قومی کھلونون مین ایک نئے کھلونے کا کب اضافہ ہوتا ہے،

سیر الصحابہؓ

اس سلسلہ کی حسب ذیل کتابین تیار ہین:-

خلفائے راشدین، مہاجرین جلد اول، مہاجرین جلد دوم، سیر الانصار جلد اول، سیر الانصار جلد دوم، سیر الصحابیات، اسوۂ صحابہ جلد اول، اسوۂ صحابہ جلد دوم، سیرۃ عائشہؓ، الفاروق، اسوۂ صحابیات

مقالات

منصبِ نبوّت

سیرۃ کی چوتھی جلد کا مقدمہ

اس پیش نظر جلد کا موضوع بحث سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا چاہیئے، کہ سیرت کی کتابون مین انحضرت صلعم کے ز
زندگی کے اندر جو چیز سب سے زیادہ ممتاز ہو کر نظر آتی ہے، وہ غزوات اور لڑائیان ہین، لیکن یہ غزوات اور لڑ
مقصود بالذات نہ تھین، وہ سلسلۂ دعوت مین اتفاقاً پیش آگئین، انحضرت صلعم نے عرب کے سامنے اسلا
کی دعوت پیش کی، انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور نہ صرف انکار کیا، بلکہ اس کے مٹا
کوشش کی، اس کے قبول کرنے والون کو ستایا، اور ان کو اپنے گھرون سے نکالدیا، وہ اپنی جان بچاکر دو
شہر کو چلے گئے، وہان ان کی دعوت نے فروغ پایا، اور بہت بڑی تعداد نے اسکی سچائی کو قبول کیا، یہ دیکھکر
نے ہر طرف سے یورش کی اور چاہا کہ اس جماعت کو بزور مٹا دین، اس نے اپنی جان کے بچاؤ کی تدبیرین کین،
ان کی بزور سازشون اور کوششون کے سیلاب کو پہاڑ بنکر روکا، اور ان کے حملون کی مدافعت کی، اس کشمکش
لڑائی کی صورت اختیار کی، اور مدت تک قائم رہی، اور آخر کار اسلام کی کامیابی پر اس کا خاتمہ ہوا،

یہ جو کچھ ہوا اور پیش آیا وہ گو خود نہایت عجیب اور حیرت انگیز اور کرشمۂ ربانی کا پورا مظہر ہے، لیکن
درحقیقت انحضرت صلعم کے اصلی اور مقصود بالذات کارنامے نہین، وہ اتفاقی حوادث ہین جو اسلام کی دعوت
مین دشمنون کی مخالفت سے پیش آگیے، آپ کے اصلی پیغمبرانہ کارنامے وہ ہین جو اگر یہ اتفاقی واقعات ر
نہ ہوئے ہوتے تب بھی ظاہر ہی ہوتے، اور وہی آپ کی سیرت مبارکہ کے اصلی واقعات اور سوانح ہین

دنیا مین سرتاپا روحانی و اخلاقی انقلاب پیدا کر دینا، تمام عالم کے سامنے کامل ترین اور اخیر شریعت کو پیش کرنا، ترانۂ توحید
اور سرود محبت سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو معمور کرنا، تاریک خانۂ عالم کو سراج منیر بنکر بقعۂ نور بنا دینا، گمراہون
کو راستہ بتانا، بھولون کو یاد دلانا، بندون کا رشتہ خدا سے جوڑنا، غلط اوہام کو مٹانا، اخلاق فاضلہ کا سکھانا، گناہون
کے دفتر کو دھونا، انسانون کو شیطانون کے دام فریب سے نکالکر فرشتون کی صف مین کھڑا کرنا، دنیا کو رفق و محبت
لطف و شفقت، اور برادرانہ مساوات کی تعلیم دلانا، حکمت و دانائی، پند و موعظت اور تہذیب و تمدن کے رموز سکھانا
روحانیت کی برباد شدہ دنیا کی دوبارہ تعمیر، اور قلوب و ارواح کے ویران گھرون کی ازسرنو آبادی، پیش نظر جلد
انحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ کے انھین واقعات اور کارنامون پر مشتمل ہے،

بظاہر نظر آتا ہے کہ اس قسم کے کچھ کام ایسے لوگون سے بھی انجام پاتے ہین جو نبوت اور رسالت کے منصب
پر فائز نہین ہوتے، وہ اپنی قوم و ملک کے سامنے اپنی اصلاح کی دعوت پیش کرتے ہین، اور سعی و محنت اور متواتر
جد و جہد سے ان مین کوئی سیاسی، اجتماعی، تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی انقلاب پیدا کرتے ہین اور ان کو قعر مذلت
سے نکالکر ترقی کی سطح مرتفع تک پہنچا دیتے ہین، ایسے لوگون کو **مصلح** اور ریفارمر کہتے ہین، اور ایسے بھی ہوتے
ہین، جن کے منہ سے اخلاق و حکمت اور پند و موعظت کے موتی جھڑتے ہین، جنکو **حکیم** کہتے ہین، اس حالت
مین ایک پیغمبر اور ایک مصلح اور ایک حکیم مین کیا فرق ہوگا؟ اس التباس کا نتیجہ ہے کہ بہت سے کم بین ایک پیغمبر
اور ایک مصلح اور ایک حکیم مین کوئی امتیاز نہین کرتے، اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھین اس فرق و امتیاز کو نمایان
کر دینا ضروری سمجھتے ہین،

غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دنیا کا ذرّہ ذرّہ جس غرض و مقصد کے لیے پیدا ہوا ہے، وہ بلا کسی ارادہ اور
قصد کے خود بخود اپنے وجود کے اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے، وہ سرِ مو اس حکم سے انحراف نہین کرتا جو
اس کے خالق نے اس کے روز پیدائش سے اس کو دیا ہے، آسمان سے لیکر زمین تک ہر بے ارادہ اپنے اپنے
کام مین لگا ہوا ہے، آفتاب دنیا کو گرمی اور روشنی دینے پر مامور ہے وہ ہر آن اور ہر لمحہ اس مین مصروف ہے

زمین کو سرسبزی اور شادابی کا کام سپرد ہے اور وہ اس کو انجام دے رہی ہے، ابر کو سیرابی اور گوہر باری کا حکم ہے وہ اس کی تعمیل کر رہا ہے، درخت پھل دینے پر مقرر ہین، وہ اس کام مین لگے ہین، حیوانات کے جو کام ہین وہ کر رہے ہین، لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کا بھی کوئی کام ہے؟

آؤ انسان کو بھی غور سے دیکھین! وہ بھی کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، اٹھتا بیٹھتا، زندگی گذارتا ہے، اور پھر مر جاتا ہے، کیا اس کی زندگی کا بس اسی قدر مقصد ہے؟ اگر یہی ہے تو پھر انسان اور حیوان مین کیا فرق؟ اور ذی ارادہ اور غیر ذی ارادہ مین کیا امتیاز؟

انسان کی پوری ہستی اگر کائنات کے صفحہ سے مٹ جائے تو بھی آفتاب اسی طرح چمکتا رہیگا، سمندر اسی طرح ابلتے رہین گے، ہوائین اسی طرح چلتی رہنگی، پانی اسی طرح برستا رہیگا، سبزے اسی طرح اگتے رہین گے اور درخت اسی طرح پھلتے رہین گے، لیکن اگر درخت نہ اگین تو انسان کی ہستی معرض خطر مین پڑ جائے، سبزیان نہ اگین تو انسان بھوکا مر جائے، اگر پانی نہ برسے تو انسان پیاسا تڑپ جائے، اگر ہوا نہ ہو تو انسان گھٹ کر مر جائے، اگر زمین نہ ہو تو انسان کو کھڑے ہونے کی جگہ نہ ملے، اگر آفتاب نہ چمکے تو انسان کی ہستی کا چراغ فوراً بجھ جائے، سمندر نہ ہو تو نہ پانی برسے نہ سبزیان اُگین، نہ انسانی غذا میسر آئے، نہ پانی برس کر بھی زمین کو خشک ہونا نصیب ہو، الغرض دنیا کی کوئی اہم ہستی اپنے وجود کے لیے انسان کی محتاج نہیں، لیکن انسان اپنے وجود کے لیے کارخانۂ ہستی کے ایک ایک پرزہ کا محتاج ہے، تو پھر کیا یہ نتیجہ صحیح نہین کہ اس کارخانہ کے ہر پرزہ کی غرض وغایت انسان کا وجود اور اسکی بقا ہے، لیکن خود انسان کے وجود کی غرض کوئی دوسری ہے جو دیگر موجودات کے وجود کی غرض سے زیادہ اہم ہے،

قرآن پاک دوسرے موجودات ومخلوقات کی نسبت تو یہ کہتا ہے،

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (بقرۃ ۳)

اسی نے تمہارے لیے (اے انسانو!) وہ سب پیدا کیا جو زمین مین ہے،

پھر یہ بھی بتایا،

الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض جمیعا (حج)

(اے انسان!) کیا تو غور نہین کرتا کہ زمین مین جو کچھ ہے وہ سب تمہارے کام مین اس نے لگا رکھا ہے،

زمین کے بعد آسمان کی نسبت بھی اس نے اعلان کیا،

وسخر لکم اللیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ،

اور (اے انسانو!) اس نے رات اور دن کو، سورج اور چاند کو تمہارے کام مین لگایا ہے اور ستارے بھی اسکے حکم کے کام مین لگے ہین

حقیقت مین یہی ان کا کام جس کو تم ان کے فطری اور طبعی خواص اعمال اور آثار کہتے ہو، اور جن کے اسباب علل اور اغراض سے تمہارا حکیم سے حکیم اور فلاسفر سے فلاسفر بھی اسی طرح جاہل ہے جس طرح افریقہ کا ایک وحشی سے وحشی انسان، ان کا اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کے حکم کی اطاعت اور تعمیل ہے اور یہی ان کی زبان حال کی نماز اور تسبیح ہے،

الم تر ان اللہ یسبح له من فی السموات والارض والطیر صٰفّٰت کلٌّ قد علم صلاته وتسبیحه والله علیم بما یفعلون (نور ۶-۷)

کیا تو نے نہین دیکھا کہ آسمان اور زمین مین جو کوئی ہو اور سارے جانور پر کھولے اسکی یاد کرتے ہین، ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی نماز اور اس کی پاکی کی یاد، اور خدا کو معلوم ہے جو وہ کرتے ہین،

لیکن انسان کو دوسرے موجودات ومخلوقات کی طرح مجبور محض نہین پیدا کیا گیا ہے، بلکہ وہ احساس اور ارادہ جو جمادات مین معدوم، نباتات مین زیر بحث اور حیوانات مین متحرک ہے وہ انسان مین پوری طرح بیدار اور کارفرما ہے، اسی طرح وہ ارادی قدرت واختیار جو جمادات مین ناپید، نباتات مین مفقود، حیوانات مین محدود ہے وہ انسان مین ایک حد تک وسیع ہے، اسی لیے اس کو "تکلیف" دی گئی، اور غیر ذی ارادہ مخلوقات کی طرح بالاضطرار اور مجبورانہ اطاعت الٰہی کے لیے نہین، بلکہ بالارادہ اطاعت کے لیے اس کی تخلیق ہوئی فرمائی

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون — اور مین نے جن وانس کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری ا[illegible]

کسی کی اطاعت اس وقت تک ممکن نہین جبتک اس کے احکام اور اوامر سے ہم کو واقفیت نہ ہو، اللہ
تعالیٰ کے وہ اوامر اور احکام صرف انسانی جبلت و فطرت سے دریافت نہین ہوسکتے، ورنہ جس طرح
نوعی خصوصیتین جیسے ہنسنا، رونا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا وغیرہ، وحشی و متمدن تمام انسانون مین یکسان پائی
ہین اسیطرح ربانی احکام واوامر بھی افریقی ہو کہ عربی ہو کہ عجمی، متمدن ہو کہ غیر متمدن سب مین یکسان پائے جاتے، اور
تعلیم کی محتاج نہ ہوتے، انبیا اور رسول وہی ہین جو اللہ تعالیٰ کے ان احکام اور اوامر کو لیکر آتے ہین اور ذی
ارادہ بندون کو ان سے آگاہ و باخبر کرتے ہین،

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کائنات کے صحیفہ کا تدریجی مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ جمادات، نباتات
حیوانات اور انسان مین جس صنف مخلوقات مین احساس، ارادہ اور اختیار کی جتنی کمی ہے اسی قدر فطرت
اس کی دایہ گری کی خدمات زیادہ انجام دیتی ہے، اور جس حد تک احساس، ارادہ اور اختیار کا دائرہ اضافہ
ہستی مین بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر معلم فطرت اپنے فرائض سے کنارہ کش ہوتا جاتا ہے، اور وہ صنف کائنات اپنی
ذمہ داری آپ قبول کرتی جاتی ہے، جمادات اپنے نشو ونما کے لیے بیرونی غذا کے محتاج نہین، نباتات
جنمین ان اوصاف کی ہستی صرف اپنی آنکھین کھولتی ہے، اس کی غذا خود اس کے پاؤن کے نیچے ہوتی ہے
اور وہ خود اڑکر اور چل کر ان تک پہنچ جاتی ہے، حیوانات جنمین یہ اوصاف جاگ کر کروٹین بدلتے ہین
ان کی غذا بے جوتے بوے، بے چنے نکھارے، بن پکے پکاے ہر قدم پر ہر وقت تیار ملتی ہے، لیکن انسان
جس مین یہ تینون اوصاف بیٹھکر حکمران اور کارفرما ہوتے ہین، اس کے منھ تک غذا کا ایک دانہ بھی اس وقت
تک نہین پہنچ سکتا جب تک اس کی جد وجہد، محنت، اور جانفشانی کے پسینہ کا گرم قطرہ پیشانی سے چلکر
اس کے پاؤن تک نہین پہنچتا،

جہان احساس، ارادہ اور اختیار جیسے جیسے کم ہے، اسی قدر طبیعت، فطرت اور جبلت کی اضطراری

حکومت ہے، لیکن جیسے جیسے ان تینون اوصاف کی ترقی وتکمیل ہوتی جاتی ہے، طبیعت، فطرت اور جبلت کی حکومت کا
دائرہ کم ہوکر احساس، ارادہ اور اختیار کی شہنشاہی قائم ہوتی جاتی ہے، اور حرکات واعمال کی باگ فطرت و جبلت
کے مضبوط اور ناممکن التغیر ہاتھون سے نکل کر اختیار و ارادہ کے کمزور اور ہرآن بدل جانے والے ہاتھون مین
آجاتی ہے، جمادات ہمیشہ وہی کرینگے جو ان کو کرنا چاہیے، نباتات عموماً وہی بنینگے جو ان کو بننا چاہیے، حیوانات
وہی کام انجام دینگے، جو ان کو کہدیا گیا ہے، لیکن انسان کسی قدر اختیار، اور ارادہ پاکر اکثر اپنی راہ سے ہٹ جاتا ہے
اور حد و د اعتدال سے قدم باہر نکال دیتا ہے، اور اپنے اس اختیار اور ارادہ کی ذمہ داری کی امانت کو بھول جاتا
ہے، انبیأ اور رسول وہی ہین، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان ذی ارادہ اور با اختیار مخلوقات کو انکی اس ذمہ داری
کے فرائض سمجھانے کے لیے آتے ہین،

اس اختیار اور ارادہ کے مرکز کا نام مذاہب کی زبان مین دِل ہے، جو انسان کے سر سے لیکر پاؤن تک
کی رگ رگ، اور ریشہ ریشہ کی ایک ایک ارادی جنبش و حرکت پر حکمران ہے، اور اسی کے حکم سے اس جسم کے اندرونی
عالم مین سب کچھ ہوتا اور سرانجام پاتا ہے، انبیأ اسی دل کے نظام کو درست کرنے کے لیے آتے ہین،

انسان کو اپنے وجود، بقا، ترقی اور تکمیل کی ہر منزل مین قدم قدم پر ہزارون چیزون کی احتیاج ہوتی ہے،
ان چیزون کے مہیا اور تیار کرنے کے لیے ہر انسان مین استعداد و قوت الگ الگ ہوتی ہے، اور یہ استعداد و قوت فیاض
قدرت کی طرف سے پیدایش بلکہ پیدایش سے پہلے ہی آب و گل کے عالم مین اسمین ودیعت رکھی جاتی ہے، یہی سبب ہے
کہ ہر انسان مین جس قسم کا میلان ہوتا ہے اسی کی استعداد اسمین پائی جاتی ہے، کاشتکاری کے اصول، ازالۂ مرض
کی تدبیرین، کھانے پکانے کے طریقے، سواری کے ضروریات، رہنے سہنے کے سامان، پہننے کے کپڑے، لڑنے کے آلات
ان مین سے ہر شے کی ضرورت ہے لیکن ان کے ماسوا، انسان کے اجتماع، تمدن اور معاشرت کے ضروری اصول بھی
ہین، جنکے بغیر آدم کے بیٹون کی جنت، دوزخ ہوجاسکتی ہے، اور جن کے بغیر اشرف المخلوقات کی یہ جماعت
جانورون کا گلہ اور درندون کا جھنڈ بنجا سکتا ہے،

انسانون کے وہ تمام کارکن طبقے ایک کاشتکار اور لوہار سے لیکر فلکیات کے ایک عالم، اور کیمسٹری کے ایک ماہر تک
نوع انسانی کی خدمت اور ترقی وتکمیل کے لیے سب ضروری ہین، لیکن ان کارکنون کے کامون کی حیثیت، اہمیت
اور قدر وقیمت کے مطابق ان کی ضرورت اور بزرگی کا درجہ تم متعین کرتے ہو، ایک کاشتکار، ایک لوہار، ایک سونار
ایک جولاہے، ایک سپاہی، ایک حاکم، ایک قاضی ایک بادشاہ، ایک طبیب ایک ماہر فن اور ایک عالم کے درمیان
یقیناً تم درجہ اور رتبہ قائم کرتے ہو، اور اس کے قائم کرنے مین حق بجانب ہو،

کاشتکار تمھارے لیے غلہ پیدا کرتا ہے، لوہار تمھارے اوزار بناتا ہے، سونار تمھارے لیے زیور گھڑتا ہے،
جولاہا تمھارے کپڑے بنتا ہے، سپاہی تمھاری حفاظت کرتا ہے، حاکم تمھاری نگہبانی کرتا ہے، قاضی تمھارے آپس
کے جھگڑے چکاتا ہے، بادشاہ تمھارے ملک کے اندر امن وامان کا ضامن ہے، طبیب تمھاری جسمانی بیماریون کا معالج
ہے، ایک ماہر فن اپنی صناعیون سے تمھاری ضرورتون کے لیے نت نئے تماشے بناتا ہے، اور ایک عالم تمھارے لیے
کائنات کے چہرہ سے اسرار کا پردہ ہٹا کر تم کو ہر چیز سے باخبر کرتا ہے، لیکن غور کرو —— کہ وہ مرکز جو تمھارے
تمام اعمال وافعال اور ہر قسم کے حرکات وسکنات اور ہر طرح کی جد وجہد کا مرکز ہے، اور جس کا نام تمھاری زبان مین
دل ہے، کیا کوئی طبقہ اس کی نشوونما، حفاظت، ترقی، تکمیل اور اصلاح کیلئے بھی کام کر رہا ہے، اور اگر نہین کرتا تو
کیا خالق فطرت کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ اس کا سامان بھی کرتا، اور ایسا سمجھنا کہ اس نے اس کی ترقی وتکمیل واصلاح کی
خدمت نوع انسانی کے کسی کارکن طبقہ سے متعلق نہین کی ہے، کیا اسکی شان ربوبیت کے ساتھ سوء ظن نہین ہے

پھر وہ کون ہین جو تمھاری روٹی، تمھارے کپڑے، تمھارے جھونپڑے، تمھارے سامان اور اوزار کے
خدمات نہین بجالاتے، مگر وہ ان سب کو جو تمھارے لیے روٹی تیار کرتے ہین، کپڑے بنتے ہین، جھونپڑے بناتے
ہین، اور سامان اور اوزار درست کرتے ہین، اور دیگر تمام طبقات انسانی کو باہم جوڑتے اور ملاتے، اور ان کے
دلون کے عالم مین اصلاح وترقی اور امن وامان پیدا کرتے ہین، ان کے دلون سے بغض وکینہ کو نکال کر
اخوت ومحبت کا نور بھرتے ہین، اونکے احساس، ارادہ اور اختیار کی باگ اونکے دل کو قابو حاصل کرنے کی

تدبیر بتاتے ہین اور ان کو حد اعتدال سے باہر پاؤن نہین نکالنے دیتے، کیا یہ کام تمھارے کاشتکار کرتے ہین
لوہار کرتے ہین، سونار کرتے ہین، طبیب کرتے ہین، قاضی کرتے ہین، بادشاہ کرتے ہین، فلکی کرتے ہین، کیمیادان
کرتے ہین، نہین ان مین سے کوئی یہ کام نہین کرتا، اور نہ کر سکتا ہے،

یہ کام جس انسانی طبقہ سے متعلق ہے ہم اس کو نبی، رسول، اور پیغمبر کہتے ہین، ان کو براہ راست جسم و
جسمانیات سے تعلق نہین، ان کو صرف دل اور قلب وروح کے عالم سے سروکار ہوتا ہے، مگر اس دل اور
قلب وروح کی درستی کے لیے جسم وجسمانیات کی کسی قدر درستی بھی اس حد تک ان کے فرائض مین ہے، جہان
تک ان کو دل اور قلب وروح کے کامون کی درستی اور اصلاح کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے،

اس مقام پر ایک شبہہ ہے اور اس کا جواب بھی ہے، شبہہ یہ ہوتا ہے کہ افراد انسان کے درمیان امن
وامان اور اطمینان پیدا کرنے کا کام تو بادشاہ بھی کرتے ہین، اخلاق کا ایک معلم بھی کرتا ہے، ایک فلسفی اور
اجتماعیات کا ایک حکیم بھی کرتا ہے، مگر ان کے کامون کے درمیان جو عظیم الشان فرق ہے، اس کو سمجھ لینا ہی
اس شبہہ کا ازالہ ہے، علمی اصطلاح مین یون سمجھو کہ مختلف فنون کے ماہر ایک ہی موضوع پر مختلف حیثیتون
سے نظر ڈالتے ہین، اور اسی اختلاف نظر سے ان کا فن بھی علحدہ علحدہ ہوجاتا ہے، کسی جسم کے اجزاے ترکیبی
سے اگر بحث کیجاے تو کیمسٹری ہے، اگر اس کی زندگی اور اسباب زندگی سے غور کیا جاے تو بیالوجی (علم
الحیات) ہے، اگر اس کے دماغی قوی اور ان کے آثار کی تحقیق کیجاے تو سائیکالوجی (علم النفس) ہے،
اگر اس کے جذبات اور جذبات کے مطابق اس کے شخصی افعال واعمال کے حدود کے اسباب وعلل اور
غرض وغایت پر فکر کرو، تو یہ ایتھکس (فلسفۂ اخلاق) ہے گر اس کے جماعتی خصائص اور لوازم کی تفتیش کیجاے
تو یہ سوشیالوجی (علم اجتماع (معاشرت) ہے، اگر جسم کی صحت ومرض کے اسباب کی جستجو کیجائے تو یہ طب ہے،
دیکھو کہ ایک ہی جسم یا متعلق جسم پر کتنی حیثیتون سے بحثین کی گئی ہین، اور ان سے کتنے مختلف علوم پیدا ہو گئے
ہین، تاہم وہ سب کے سب جسم اور جسمانی ہی سے تمامتر متعلق اور وابستہ ہین اور بایہمہ ان مین سے ہر ایک علم

وفن علحدہ، اور ہر ایک علم وفن کے جاننے والے علحدہ ہین،

اسی طرح ایک نبی اور ایک رسول کا کام بھی بادشاہون، فلاسفرون اور حکیمون کی طرح انسانون ہی کی اصلاح ہے، مگر ان مین سے کسی ایک کا کام بھی دوسرے سے ملتا جلتا نہین ہے، بادشاہ صرف اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ اپنے زور وقوت سے بازارون، گلیون، آبادیون اور میدانون مین امن وامان اور انصاف کو قائم رکھے، فلاسفر انسانون کے تمام اعمال وخیالات کے اسباب وعلل کی تفتیش اور ان مین نظم وتسلسل اور علت ومعلول کا ربط پیدا کرنے کا کفیل ہے، فلسفۂ اخلاق کے معلم تمھارے اخلاق وعادات کے اسباب وعلل تم کو بتاتے اور ناقابل فہم جذبات کی تشریح کرتے ہین، اس سے آگے ان کا کوئی کام نہین، حکیم اور واعظ تمھارے اعمال واخلاق کی درستی کے لیے نہایت میٹھے، پیارے اور عمدہ لفظون مین ڈھلے ہوے فقرے سناتے ہین، مگر ان مین سے کوئی نہین جو تمھارے دلون کے امراض کا معالج ہو، تمھارے احساس، ارادہ اور اختیار کے قدم کو غلط روی سے روک سکے، وہ نہ صرف تمھارے اخلاق وعادات اور جذبات کے اسباب وعلل بتائے بلکہ تمھارے اخلاق وعادات اور جذبات مین خیر وشر کی تمیز کرے، اور خیر کے حصول اور شر سے حفاظت کی تدبیر بتائے، بلکہ اس کے ہاتھ اور زبان مین یہ قوت ہو کر اپنی تعلیم وتلقین وفیض صحبت سے تمھارے اخلاق وعادات وجذبات بلکہ احساس، ارادہ، اور اختیار کی غرض وغایت، بلکہ پورے دل کی قوتون مین انقلاب پیدا کردے، اور شر کے تخم کو دلون کی سرزمین سے نکالکر خیر کا برگ وبار پیدا کردے، نبی یہ تمام کام سرانجام دیتا ہے اور صرف ایک نقطۂ نظر سے سرانجام دیتا ہے یعنی خدا کیلئے اور خدا کی اطاعت کے لیے، وہ انسان کو اس کے احساس، ارادہ اور اختیار کی بھولی ہوئی ذمہ داری یاد دلاتا ہے، اور ان قوی کے مرکز یعنی دل کے پنڈولم کو خدا کے حکم سے درست کردیتا ہے،

وہ بادشاہون کی طرح صرف بازارون مجمعون اور آبادیون کا امن واطمینان نہین چاہتا بلکہ وہ لوگون کے دلون کے اندر کا امن واطمینان چاہتا ہے، وہ معلمین اخلاق کی طرح اسباب وعلل کی تلاش وتشریح کی پروا نہین کرتا بلکہ اخلاق سیئہ خواہ کسی سبب سے ہون وہ ان کی بیخکنی کرتا ہے، اور اخلاق حسنہ خواہ وہ کسی علت کے معلول ہون وہ انکو

انسانون کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ انسان کے بند واوہام کو توڑتا ہے، اور غلط رسوم ورواج کی بندشون کو کھولتا ہے، اور انسانون کو انسانون کی غلامی سے آزاد کر کے صرف خدا کی غلامی مین دیتا ہے،

یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم ط (اعراف-۱۹)

وہ ان کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور اچھی چیزون کو انکے لئے حلال اور خبیث چیزونکو حرام ٹھہراتا ہے، اور ان کے اس بوجھ اور زنجیرون کو جو ان پر ہوتی ہین ان سے اتارتا ہے،

رسلاً مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ط (نساء-۲۳)

ایسے رسول بھیجے جو نیکون کو خوشخبری دیتے اور بدکارون کو ہشیار کرتے ہین تاکہ رسولون کے اس وعظ وتذکیر کے بعد پھر انسانون کو خدا پر الزام دینے کا موقع نہ ملے (کہ ہم بھولے تھے تو خدا نے ہم کو کیون یاد نہ دلایا)

. . .

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (حدید-۳)

ہم نے اپنے رسولون کو کھلی ہدایتین دیکر بھیجا، اور ان کیساتھ کتاب اتاری اور (عدل کی) ترازو، تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم رہین، اور دنیا امن واطمینان کی زندگی بسر کرے،

نوع انسانی کے دوسرے تمام خدام اور کارکن اپنے فرائض کو جن اغراض سے انجام دیتے ہین ان کا دائرہ موجودہ زندگی کی بھلائی اور برائی سے آگے نہین بڑھتا، مگر انبیاء اور رسول نوع انسانی کی خدمت کے یہ کام بھی اس کی موجودہ زندگی کی بھلائی اور برائی کو اس لحاظ سے سامنے رکھکر کرتے ہین، کہ ان کا اثر اس کی دوبارہ کی دائمی وپایدار زندگی پر کیا پڑیگا، وہ جسم کی خدمت جسم کے لیے نہین، بلکہ جسم کی خدمت روح کے لیے کرتے ہین، اور مخلوق کی خدمت خالق کے منشا کے مطابق بجالاتے ہین، وہ صرف ایک مخلوق کو دوسری مخلوق ہی سے نہین، بلکہ مخلوق کو خالق سے، اور خالق ہی کے لئے ایک مخلوق کو دوسرے مخلوق سے جوڑتے ہین،

وہ صرف اچھی اچھی اور میٹھی میٹھی باتین لوگون کو نہین سناتے، بلکہ خود بہتر سے بہتر عمل کرتے ہین اور دوسرون کو عامل بناتے ہین، وہ خیال آرا شاعرون اور جھوٹے حکیمون کی طرح نہین ہوتے، جو کہتے ہین اور کرتے نہین، دماغ

ہوتے ہین مگر دل نہین زبان ہوتے ہین مگر ہاتھ نہین،

والشعراء یتبعهم الغاوون، الم تر انهم فی کل واد یهیمون وانهم یقولون ما لا یفعلون (شعراء ۱۱-۶)

اور شاعرون کے پیرو کار گم کردہ راہ ہوتے ہین، دیکھتا نہین کہ وہ ہر میدان مین سرگردان پھرتے ہین، اور یہ کہ وہ کہتے ہین جو کرتے نہین،

وہ اس دعوی کیساتھ انسانون مین آتے ہین کہ اُنکے خالق نے جسنے اُنکے ذرہ ذرہ کا سامان راحت فراہم کیا ہے، اس نے ان کے قلب وروح کا سامان راحت بھی بہم پہنچایا ہے، اور مجھے اسلئے بھیجا ہے کہ مین انکے قلب وروح کیلئے یہ سامان فراہم کرون، اور انکے رب کا پیغام انکو سناؤن اور بتاؤن کہ وہ کیا چاہتا ہے کہ اسکے بندے اپنے احساس اپنے ارادہ اور اپنے اختیار کو کس طرح اس عالم مین صرف کرین کہ پریشانی وبے اطمینانی کی تاریکی سے نکل کر سکون واطمینان اور امن وسعادت کی روشنی مین داخل ہون،

هو الذی ینزل علی عبده آیات بینات لیخرجکم من الظلمت الی النور، وان الله لرءوف رحیم (حدید-۱)

وہی خدا ہے جو اپنے (رسول) بندے پر کھلی آیتین اتارتا ہے تاکہ تمکو (اے انسانو!) وہ تاریکی سے نکال کر روشنی مین لائے اور اللہ نے ایسا اسلیے کیا کہ وہ تمپر شفقت کرنے والا مہربان ہے

وہ بھی ایک بادشاہ کی طرح جماعتون کا انتظام کرتے ہین مگر ملک کے خراج، اور زمین آبادی کے لیے نہین بلکہ خدا کے لیے، وہ بھی جان ومال کی حفاظت کے لیے مقنن کی طرح قانون بناتے ہین اور قاضی کی طرح سزا و جزا کا حکم سناتے ہین مگر انعام شاہی اور تنخواہ ماہانہ پاکر کسی دنیاوی بادشاہ کے فرمان کی تعمیل کے لیے نہین بلکہ جسم وجان کے شہنشاہ اور کائنات کے مالک کے فرمان کی تعمیل مین، وہ بھی فلاسفر کی طرح رموز واسرار کا پردہ فاش کرتے ہین مگر تجربہ، استقراء اور قیاس سے نہین بلکہ عالم الاسرار کے مبدء علم سے فیض پاکر، وہ بھی حکیم وواعظ کی طرح پرتاثیر کلام بولتے ہین، مگر انکے مانند اپنے دل سے جوڑ کر نہین، بلکہ خدا سے سنکر، اور وہ صرف کہتے نہین بلکہ جو کہتے ہین وہ کرتے ہین اور جو کرتے ہین وہ دوسرون سے کراتے ہین، الغرض وہ خدا سے ہین، خدا سے پاتے ہین اور اسی سے سنتے ہین، اور جو اس سے سنتے ہین وہی اورون کو سناتے ہین، غرض اوپر آسمان سے ان کو جو کچھ ملتا ہے، وہی وہ نیچے زمین پر سب کو بانٹتے ہین،

والنجم اذا هوی، ما ضل صاحبکم وما غوی، وما ینطق عن الهوی، ان هو الا وحی یوحی، علمه شدید القوی، ذو مرة فاستوی، وهو بالافق الاعلی ۰ ...... فاوحی الی عبده ما اوحی، ما کذب الفؤاد ما رای، افتمرونه علی ما یری ۰ ...... ما زاغ البصر وما طغی ۰ لقد رای من آیات ربه الکبری، (والنجم)

قسم ہے اس ستارہ کی جب وہ نیچے گرے، کہ تمہارا ساتھی (پیغمبر) نہ بھولا نہ بھٹکا، اور نہ وہ نفس کی خواہش ہی سے بات کرتا ہے، وہ تو وحی ہے جو اسکو وحی کے ذریعہ کہا جاتا ہے، اسکو بڑی قوتون والے نے سکھایا، طاقت والا تو وہ سیدھا ہوا، درانحالیکہ وہ آسمان کے سب سے اوپر کنارون مین تھا، ...... تو اس نے اپنے بندہ پر وحی کی جو وحی کی، نہ اس کے دل نے جو اس نے دیکھا اس کو جھوٹ کہا، کیا وہ جو دیکھتا ہے تم اس پر اس سے جھگڑتے ہو، .... بینائی نے کجی کی اور نہ سرکشی کی، اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیون مین سے دیکھین،

قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی، هذا بصائر من ربکم وهدی ورحمة لقوم یومنون ۰ (اعراف ۲۴)

کہدے (اے پیغمبر) کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو مجھپر میرے رب کی طرف سے وحی کیجاتی ہے، یہ (اے انسانو!) تمہارے رب کی طرف سے تین بصیرتین ہین اور اُنکے لیے جو ایمان رکھتے ہین، ہدایت اور رحمت ہین،

انه لتنزیل رب العلمین ۰ نزل به الروح الامین ۰ علی قلبک لتکون من المنذرین ۰ بلسان عربی مبین، (شعراء ۱۱)

یہ تو عالم کے پرورش کرنے والے کی طرف سے اتارا گیا ہے اسکو امانت والی روح نے تیرے دل پر اتارا تاکہ فصیح عربی زبان مین تو ہشیار کرنے والون مین سے ایک ہو،

(ناتمام)

رقعات عالمگیر

مقدمہ

رقعات جلد اول

"پنجم"

فرمانروایانِ عرب

(۶)

بحرین

شیخ حمدون

از مولوی شاہ معین الدین صاحب ندوی رفیق دار المصنفین،

بحرین بحرین خلیج فارس کا مستطیل جزیرہ ہے، اور مشرق و مغرب مین محرق اور بدیع دو چھوٹے چھو
جزیرے اس کے متعلق ہین، اس کا رقبہ ساڑھے چار سو مربع میل ہے، اور آبادی دو لاکھ، مذہب کے اعت
سے یہ آبادی مسلمان، ہندو، یہود اور عیسائی پر مشتمل ہے، اسلامی آبادی مین شیعہ اور سنیون کے تمام
ہین، شیوخ آل خلیفہ یہان کے حکمران ہین، گو یہ جزیرہ رقبہ کے لحاظ سے چھوٹا ہے مگر اپنی تاریخی اہمیت او
موتیون کے مخزن ہونے کی وجہ سے اسکو بڑی اہمیت حاصل ہے،

خلیج عجم کی عظمت خلیج عجم کو زمانہ قبل تاریخ بہت اہمیت حاصل ہے، بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہی سرزم
تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا گہوارہ تھی، اور خلیج عجم ہی کے باشندون نے سب سے پہلے دنیا مین جہاز رانی کی
ڈالی تھی، بعضون کا یہانتک دعوی ہے، کہ فینقی بھی عرب ہی کے باشندے تھے، رولنسن نہایت مستن
حوالون سے لکھتا ہے، کہ سب سے قدیم ایشیائی سلطنت خلیج عجم ہی کے دہانہ پر قائم ہوئی تھی، اور بہت س
علماے اثریین کا خیال ہے، کہ دجلہ اور فرات وہ مقام ہے جہان سے آدم اور حوا کی اولاد پھیلی، بعض
نظریون سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے، کہ فینقی مشرقی سامی قبائل سے تعلق رکھتے تھے، اور سب
پہلے بحر پیما یہی تھے اور خلیج فارس یا اس کا قرب وجوار ان کا مولد و منشا تھا، ان کے ابتدائی سفر ہند
شام اور مصر تک محدود تھے، اس کے بعد یہ لوگ سواحلِ شام اور بحرِ روم کے راستہ سے قادش اور بلا

پہنچے، اس طریقہ سے انھون نے مشرق اور مغرب اقصیٰ کے درمیان تجارتی سلسلہ قائم کیا،

بحرین کے آثار قدیمہ بحرین کے آثار قدیمہ بھی اسکی تاریخی عظمت کے شاہد ہین اس سے کچھ فاصلہ پر ایک عظیم الشان
شہرِ خموشان آباد ہے اور جنگل کی جھاڑیان ہزارون قبرون کو اپنے دامن مین چھپاے ہوئے ہین، یہ قبرین
اتنی قدیم ہین کہ تاریخ ان پر روشنی نہین ڈال سکتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہرِ خموشان کے سونے والے
ایسے زمانہ مین دنیا مین آئے اور گئے کہ انسان نے نوشت و خواند کے لیے قلم و دوات بھی ایجاد نہ کی تھی، اس
قبرستان مین متعدد قدیم مقبرے ہین ان کے علاوہ ایک عام گورِ غریبان ہے جس مین تقریباً ۵ ہزار قبرین
ہین یہ مشرق کا سب سے بڑا قبرستان ہے اور عجب نہین کہ سب سے قدیم بھی ہو،
سخت حیرت ہے کہ اس قبرستان کی تاریخی اہمیت کے باوجود ابتک علماے اثریات نے اسکی
طرف توجہ نہین کی اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبرستان سیاحون کے عام اور مالوف راستہ سے
بالکل الگ ہے اس لیے عام طور پر لوگ اس سے ناواقف ہین ۱۸۷۹ء مین ایک انگریز سیاح ڈوروان یہان
آیا تھا، اس نے ایک مدفن کا انکشاف کیا تھا، اس مین اس نے انسانی ہڈیون کے علاوہ گھوڑون کی ہڈیان
کچھ برتنون کے ٹکڑے ہاتھی دانت کے ظروف اور بعض پھٹے پرانے پردے پائے تھے لیکن سیاح مذکور نے
نہین لکھا کہ اس نے کوئی کتبہ یا کھدی ہوئی تصویرین بھی پائی تھین یا نہین اس کے بعد ۱۸۸۹ء مین دوسرا
سیاح تھیوڈر بنٹ آیا اس نے مزید تلاش و جستجو سے بعض صنعتی آثار پائے جس مین سے اس نے کچھ برٹش
میوزیم کی نذر کیے، ان کے متعلق آثار قدیمہ کی انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ فینقی ہین، اس فیصلہ سے رولنسن
کے نظریہ کی تائید ہوئی ہے اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبرین بہت قدیم ہین کیونکہ فینقیون نے اس
جزیرہ سے پانچ ہزار سال قبل ہجرت کی تھی، اس کی قدامت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اہمیت
کے باوجود یہان کوئی کتبہ یا رمزیہ نشانات کی تصاویر نہین ملتین،

ایک نظریہ بحرین کے فینقیون کے موطن ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک مقدونی فوجی

افسر جب سکندر نے ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا لکھتا ہے کہ "اسنے خلیج کے مغربی ساحل

ایک فینقی شہر اور ایک جزیرہ دیکھا تھا جس کا نام تیرین تھا، غالباً تیرین عرب کا بگڑا ہوا اُدارین ہے

باتین اس بات کی تاریخی اور اثری دلیلین ہین، کہ فینقیون نے خلیج عجم بلکہ مشرقی عرب سے بحر متوسط کی جانب نقل

کیا تھا، اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ فینقی عربون کی طرح عربی النسل تھے اور سامی تھے یا عرب خود انکی نسل سے ہین،

بہرحال اگر ولنسن کا خیال صحیح ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ فینقی عربی النسل ہین؛ اور اگر اسکندر کے فوجی افسر کی روایت

کو تسلیم کیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ عرب فینقی الاصل ہین، غرض دونون صورتون مین یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فینقیون کا

مولد و منشاء خلیج عجم کے جزائر اور سواحل عرب تھے:-

پرتگالیونکا قبضہ

ابتدائے تاریخ اسلام سے لیکر تاتاریون کے ہنگامہ تک بحرین مختلف اسلامی سلطنتون

اور امرائے عرب کے ماتحت رہا، آخر مین تیمور لنگ کا قبضہ ہوا، پھر جب یورپ کے جہازیون کا زمانہ آیا تو

اس عہد کے مشہور پرتگالی جہازی واسکوڈی گاما نے خلیج عجم کا پتہ چلایا اور اس کے دوسرے ہم قوم الفانسو

البوکرک نے مسقط مین اپنی حکومت قائم کرکے تنگنائے ہرمز پر قبضہ کرلیا اور ہندوستان پہنچنے کے لئے خلیج عجم

کے سواحل اور بندرگاہون کی تلاش شروع کی اسطرح بحرین پر پرتگالی قابض ہوگئے، خلیج عجم شروع سے آج

تک مشرق اور مغرب کی کنجی رہا ہے، ہندوستان مین کوئی اجنبی طاقت اسوقت تک اطمینان سے

حکومت نہین کرسکتی جب تک یہ کنجی اس کے قبضہ مین نہو، ہندوستان کی تجارت کا سہل ترین راستہ یہی

کیونکہ بحر ہند کی بہ نسبت اس مین خطرات بہت کم ہین، اس مین اس کے جیسے ہوا کے تیز و تند طوفان نہین آتے

پھر خلیج عجم ایک محفوظ قلعہ ہے اور تنگنائے ہرمز اسکی کنجی ہے:-

ایرانیون کا تسلط

لیکن پرتگالیون کی حکومت یہان چالیس سال سے زیادہ قائم نہ رہ سکی، اس کا سبب

یہ ہوا کہ انھون نے ہندوستان کے مسلمانون پر ناروا زیادتیان شروع کردین، اور بحرین کے شیعہ امراء سے بھی

کچھ اختلافات پیدا ہوگئے، چنانچہ گجرات کے بادشاہ نے عثمانیون سے انکے ظلم و زیادتی کی شکایت کرکے

مدد طلب کی، سلطان سلیمان قانونی نے ایک جنگی جہاز بھیجا اس نے ان کو ہندوستان سے نکالا، ہندوستان سے

پرتگالیون کے اخراج مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے مصالح کے لئے انگریزونکی مدد بھی شامل تھی ترکی بیڑا

پرتگالیون کو ہندوستان سے نکالنے کے بعد مسقط اور بحرین گیا، ابھی اوپر گذر چکا ہے، کہ بحرین کے شیعہ

امراء اور پرتگالیون مین اختلافات پیدا ہوگئے تھے، یہ ایران کے بادشاہ شاہ عباس صفوی اول کا

زمانہ تھا، شیعہ اُمرا نے ہم مذہبی کی بنا پر پرتگالیون کے خلاف ان سے مدد مانگی، چنانچہ شاہ عباس نے انھین

پرتگالیون کے قبضہ سے چھڑا یا، لیکن چھڑانے کے بعد اپنی شاہانہ حمایت کا جال بچھا دیا، اور بحرین کی حیثیت

دولت ایران کے ماتحت حکومت کی ہوگئی، اس وقت سے برابر ایرانی حکومت بحرین کے عرب امراء

کا تقرر کرتی رہی، تاآنکہ ۱۲۰۷ھ مین شیخ احمد فاتح آل خلیفہ نے ایران کے آخری عامل شیخ نصر کو نکال

کے آزاد حکومت قائم کی:-

آل خلیفہ کا قبضہ

بحرین کے بالمقابل ساحل پر زبارہ مین عربون کی ایک بڑی آبادی تھی، یہان بنی عتبہ آباد تھے،

اس قبیلہ کی سب سے بڑی شاخ آل خلیفہ تھے، یہ لوگ نجد مین رہتے تھے، ان کے مورث اعلی شیخ خلیفہ گیارھوین

صدی ہجری کے اواخر مین کویت چلے آئے، شیخ خلیفہ کی وفات کے بعد ان کے لڑکے شیخ محمد

اپنے وطن زبارہ واپس گئے، یہ نہایت متقی پاکباز اور صاحب فہم تھے، اس لئے زبارہ والون نے ان کو

اپنا امیر بنا لیا، ان کے بعد ان کے لڑکے شیخ خلیفہ ثانی ان کے قائم مقام ہوئے، مگر ان مین باپ کے جیسے

اوصاف نہ تھے، یہ ۱۱۹۷ھ مین حج کے لئے مکہ گئے اور وہین وفات پاگئے، ان کے بعد ان کے بھائی شیخ احمد

نے ان کی جگہ لی، آل خلیفہ موتیون کی تجارت کے سلسلہ مین اکثر بحرین آیا جایا کرتے تھے، اور بحرین کا غالب

عنصر شیعہ ہے، یہ سب سنیون سے عناد رکھتے ہین، اتفاق سے ایک مرتبہ دونون مین کچھ اختلاف پیدا ہوا

اور آل خلیفہ کے ایک خادم کو شیعون نے مار ڈالا، اسکے انتقام مین زبارہ والون نے بحرین پر حملہ کردیا،

بحرین کے عامل شیخ نصر نے مدافعت کی لیکن زبارہ والون نے نہایت فاش شکست دی اور شیخ نصر کو

بھاگ گیا، اور بحرین کی فوجین بھی لیتا گیا اب بحرین کا میدان بالکل صاف تھا چنانچہ ۱۲۰۳ھ مین شیخ احمد اس
قبضہ کرکے آل خلیفہ کی آزاد حکومت قائم کردی:-

سلطان مسقط کا تسلط

بحرین پر قبضہ کرنے کے بعد شیخ احمد یہان اپنا حاکم مقرر کرکے اپنے مستقر قطر واپس آ
ان کے بعد ان کے لڑکے سلیمان ان کے جانشین ہوئے، یہ نہایت کمزور آدمی تھے اسی زمانہ مین امیر عبد العز
آل سعود کا ظہور ہوا، انکی فتوحات کا دائرہ احسا تک وسیع ہوچکا تھا ان کا سیلاب دیکھکر زبارہ کے عربون کو
ایران کے قبضہ کا خطرہ پیدا ہوا تو انھون نے سلیمان کو بحرین جانے پر آمادہ کرنا شروع کیا لیکن اس درمیان
مین اس سے بھی بڑا خطرہ پیش آگیا، سید سلطان حاکم مسقط کو بحرین کے نظام مین کچھ خرابی نظر آئی وہ اسکی
کے لیے بحری راستہ سے جنگی بیڑا لیکر چلے، لیکن سلیمان نے اپنی کمزوری کی وجہ سے مدافعت کے بجاے اپنا ایک
بھائی رہن مین دیکر اُن سے صلح کرلی، اور سلطان اپنی جانب سے اپنے لڑکے سعید کو بحرین کا نگران مقرر کر
مسقط واپس گئے:-

ابراہیم بن عصیفان نجدی کا تسلط

بنی عتبہ نے اس وقت یہ فیصلہ چار ناچار قبول کرلیا لیکن کچھ دنون کے بعد جب شیخ سلیمان
کے بھائی کا مسقط مین انتقال ہوگیا تو انھون نے سلطان نجد کے ایک فوجی افسر ابراہیم بن عصیفان کی مد
سید سعید کو بحرین سے نکال دیا لیکن سید سعید کے اخراج کے بعد ابراہیم نے بحرین بنی عتبہ کو واپس دینے کے
بجاے اس پر خود قبضہ کرلیا اور بنی عتبہ کو زبارہ واپس کردیا، ۱۲۲۴ھ مین عمائد بنی عتبہ کا ایک وفد سلطان نجد
کے پاس اس زیادتی کی شکایت لیکر گیا انھون نے اس کے جواب مین ان لوگون کو احترام کے ساتھ قید کر
اس کے بعد آل خلیفہ نے اپنے ننہال رشتہ دار عبد الرحمن بن راشد آل فضل کے ذریعہ سے ایرانیون کی امداد
حاصل کی اور تینون نے ملکر ابن عصفیان کو بحرین سے باہر کیا اور نجدی یہان سے بھاگ کر قطر پہنچے:-

آل خلیفہ کی واپسی

امیر ابن سعود کو ابن عصفیان کے بحرین سے اخراج اور آل فضل کے قبضہ کی خبر ملی تو
انھون نے ان کے ان رشتہ دارون کے ذریعہ سے جو ابن سعود کی قید مین تھے، بحرین پر دوبارہ قبضہ کر

چاہا اور آل فضل کو دھمکی دی کہ تمھارے اعزہ ہمارے قبضہ مین ہین اور تم بحرین پر قبضہ کرنے کی جرات کرتے
ہو، لیکن شیخ سلیمان کے لڑکے شیخ خلیفہ نے جواب دیا کہ بحرین ہم نے اپنے لئے لیا ہے ہمین اعزہ کی
ضرورت نہین، ہم ان سے پہلے ہی ہاتھ دھو چکے، نجدی اس جواب سے بہت برہم ہوے، اور کہلا بھیجا
کہ ہم بحرین کو گھوڑون کی ٹاپون سے مسل ڈالین گے، آل خلیفہ نے بھی ایسا ہی سخت جواب دیا کہ ہم لوگ درعیہ
کو زیر وزبر کردینگے، لیکن ابھی نجدی بحرین کا تختہ الٹنے نہ پائے تھے، کہ ان کے خلاف ابراہیم پاشا مصری کا
طوفان اٹھا اور ان کو بحرین وغیرہ چھوڑکر اپنا ملک بچانے کی فکر پڑگئی اور آل خلیفہ کے قیدی بھی چھوڑ دیے اور
یہ لوگ بحرین واپس آگئے،

ارحمہ کا حملہ

بحرین کے قریب قطر مین ارحمہ بن جابر نہایت آزاد اور سرکش آدمی تھا اور اس کے قبیلہ پر اس کا
بڑا اثر تھا، یہ کبھی آل خلیفہ کے حلقۂ اطاعت مین نہ آیا بلکہ ہمیشہ ان کی امارت پر قبضہ جمانے کی فکر مین رہتا تھا، ابراہیم
بن عصیفان بحرین سے شکست کھانے کے بعد اس کے پاس قطر پہنچا اور اس کو آل خلیفہ کے خلاف ابھار کر
مشتعل کردیا، آل خلیفہ کو اسکی خبر ملی تو ان کے جہازون نے بحر پر ہجوم کردیا، ارحمہ اور ابن عصیفان نے بھی
جنگی جہاز بڑھائے اور سطح آب پر ایک خونریز جنگ کے بعد ارحمہ کا جہاز ڈوب گیا اور ارحمہ اور ابن عصیفان
تختہ کے سہارے بچ نکلے،

سلطان مسقط کا دوسرا حملہ

لیکن اس شکست کے بعد بھی ارحمہ دل شکستہ نہین ہوا اور پھر ہمت کرکے سلطان
مسقط سے امداد طلب کی، انھون نے وعدہ کیا اور بحرین کے بعض تاجرون کو جنھین ان کے سب سے بڑے
دشمن آل فضل بھی تھے گرفتار کراکے قید کردیا اور بحرین والون سے خراج اور اطاعت کا مطالبہ کیا، شیخ
سلمان کے حاکم نے اس کے جواب مین کہلایا کہ ہمین قیدیون کی پرواہ نہین ہے ہم نے ان کے نام پر اپنے
لڑکون کے نام رکھ لیے ہین اس جواب پر سلطان مسقط نے جنگی بیڑے کو کوچ کا حکم دیدیا، اور یہ بیڑا
بحرین کے سامنے آکر لنگر انداز ہوا لیکن تین دن تک بحرین والون کا پتہ نہ چلا تو سلطان مسقط نے

ارحمہ سے حقارۃً کہا کہ تمھارے عتوب (بنی عتبہ) مر گئے، اس موقعہ پر عربی عصبیت دیکھنے کے لائق ہے، گو
ہی سلطان مسقط کو بنی عتبہ کے خلاف لایا تھا لیکن چونکہ خود بھی بنی عتبہ سے تعلق رکھتا تھا اسلیے
اس طنز سے بہت تکلیف ہوئی اور چوتھے دن صبح کو جب بنی عتبہ کا نشان لہراتا ہوا نظر آیا تو اس
خوشی سے چیخ کر نعرہ لگایا کہ ہمارے عتوب آگئے، اس کے بعد دونون معرکہ آرا ہوے اور سلطان مسقط
کھا کے واپس گیا، اور شکست کی خجالت اور غصہ مین بحرین کے قیدیون کو قتل کرنا چاہا، لیکن اس کی بہن
نے شرم دلائی کہ جو شخص تمھارے ہاتھون مین قید اور تمھاری پناہ مین ہو اس کا قتل کرنا مردانگی سے بعید
اگر تم کو بدلہ لینا ہے تو مقابلہ کرو، اسکی اس نصیحت پر وہ اپنے ارادہ سے باز آگیا اور دوبارہ مقابلہ کے
اور اس مرتبہ بحرین والون نے صلح کر لی اور خراج دیکر اپنے قیدیون کو چھڑا لیا،

ارحمہ کا حملہ اور موت انھین ایام مین شیخ سلیمان کا انتقال ہو گیا، اور ان کے بھائی شیخ عبداللہ ان کے جانشین
ہوے، ارحمہ اب تک زندہ تھا گو آنکھون کی بینائی جواب دے چکی تھی، لیکن دل سے انتقام کے جذبات زائل
تھے؛ چنانچہ یہ اس حالت مین بلا کسی معاون اور حلیف کے صرف اپنے چند اہل قبیلہ کو لے کر اپنے مشہور
غطروشہ پر مقابلہ کو نکلا، شیخ عبداللہ بھی اپنا جرار لشکر لے کر بڑھے، اور قطیف کے بندرگاہ پر اس نابینا بہا
گھیر لیا، ارحمہ ایک مقام پر بیٹھا ہوا حملہ آور جہاز کے متعلق سوالات پوچھ پوچھ کر جنگ کے متعلق ہدایات
تھا، اور گولیان ہر طرف برس رہی تھین، ایک گولی ارحمہ کے لگی اور کام تمام کر گئی، اس کے لڑکے نے مرد
باپ کو گود مین لیا اور بارود کے خزانہ مین آگ دیدی، آگ دیتے ہی شعلے بھڑکے اور جہاز جل کر تہ نشین
ہو گیا، پھر اس کے ایک دوسرے لڑکے نے انتقام لینا چاہا مگر شیخ عبداللہ نے شکست دی،

خانہ جنگی شیخ عبداللہ کی ان کامیابیون نے اس کے حوصلہ بہت بڑھا دیے، چنانچہ یہ نجدی حدود جکو
کی طرف بڑھا اور دارین تاروت لیتا ہوا سیہات تک پہنچ گیا تھا، کہ خود اس کے گھر مین خانہ جنگی کی آگ
بھڑک اٹھی، اس کا یہ سبب ہوا کہ شیخ عبداللہ کے دس اولادین تھین، ان مین سے ۳ کی مان آل بنی علی

تھی ان تینون نے اپنے ننہال والون کی مدد سے اپنے باپ کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا، شیخ عبداللہ نے شیخ
محمد کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے حویلہ مین انکو شکست دی، شکست کے بعد تینون لڑکون نے ندامت ظاہر کی اور
شیخ عبداللہ نے انھین معاف کر دیا، یہ شورش تو فرو ہو گئی، لیکن شیخ محمد نے ان کو شکست دینے کے بعد شیخ
عبداللہ کے خلاف صف آرائی کر دی اور محرق مین اس کو گھیر لیا، آخر مین شیخ عبداللہ کے دو بھتیجون نے اسکو شکست
دیکر اس کا زور توڑا،

متفقہ حملہ اور شیخ عبداللہ کی موت شیخ محمد نے شکست کھانے کے بعد اپنے بھائی شیخ علی کو مامور کیا کہ وہ لوگون کو دربردہ
شیخ عبداللہ کے خلاف برانگیختہ کرے، چنانچہ یہ پہلے نجد آیا، یہان اس کو ناکامی ہوئی
تو آل ابراہیم بن عصیفان کے پاس پہنچا، یہ لوگ اپنے باپ ابراہیم کی وجہ سے پہلے ہی سے شیخ عبداللہ
کے مخالف تھے، اور جزیرہ قیس کے باشندون کو بحرین والون کے خلاف جنگ پر آمادہ کر رہے تھے،
اس لیے شیخ علی کی درخواست نہایت خندہ پیشانی سے قبول کر لی، شیخ عبداللہ کا دوسرا دشمن بشر بن
ارحمہ جو ایک مرتبہ ان سے شکست کھا چکا تھا، قائد بنا اور شیخ محمد آل خلیفہ، آل ابراہیم اور بشر بن ارحمہ تینون
مل کر شیخ عبداللہ پر متفقہ حملہ کر کے رفاع اور منامہ پر قبضہ کر لیا، شیخ عبداللہ اس وقت محرق مین تھا، یہ
یہان سے منامہ کی طرف بڑھا، مگر فاش شکست کھائی اور یہان سے فارس بھاگ گیا، پھر فارس سے
کویت آیا، لیکن شیوخ کویت نے بھی مدد نہ دی تو نجد ہوتا ہوا مسقط پہنچا اور یہین پیوند خاک ہوا، اس
افسوس ناک طریقہ پر اسکی ۴۲ سالہ پر شور عہد حکومت کا خاتمہ ہوا،

شیخ محمد کا قبضہ شیخ عبداللہ کے بعد شیخ محمد بحرین کا بادشاہ ہوا، شیخ محمد کے پہلے آل خلیفہ کے حریف دوسرے
قبائل تھے لیکن شیخ محمد نے جو بیج بویا تھا اس سے خود آل خلیفہ مین دو فریق ہو گئے، آل عبداللہ اور آل
سلیمان، اور یہی تفریق بحرین مین انگریزون کے داخلہ کا سبب بنی، اس وقت بحرین پر ۳ حکومتون کی
نظرین تھین، عثمانی، ایرانی اور انگریز، شیخ محمد کو ان تینون سے نپٹنا تھا، شیخ محمد سنہ ۱۸۴۲ء مین تخت نشین ہوا

اور ۹ سال تک اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا، شیخ عبداللہ کی شکست اور اسکی حکومت کے خاتمہ کے بعد اس کے لڑکے دمام چلے آئے تھے اور شیخ محمد سے اپنے باپ کا بدلہ لینے کی فکر مین تھے، اور عیسی بن طریف قطیف مین بحرین کی حکومت کا خواب دیکھ رہا تھا، یہ اپنے حصول مقصد کے لیے آل عبداللہ سے مل گیا، یہ سب قطر پہنچے مگر شیخ محمد کے بھائی شیخ علی نے ان سب کو منتشر کر دیا اور عیسی مارا گیا، اس کے بعد آل عبداللہ نے نجدی امیر فیصل بن ترکی کی مدد سے پھر بحرین پر حملہ کیا، اس مرتبہ بھی آل عبداللہ ناکام ہوئے اور شیخ مبارک بن عبداللہ اور بشر بن ارحمہ مارا گیا، تیسری بار پھر انھون نے حملہ کیا، اس مرتبہ شیخ علی نے ... مہینہ تک ان کا محاصرہ کر کے انکی قوت بالکل توڑ دی، اور امیر نجد نے درمیان مین پڑ کر صلح کرا دی اور شیخ محمد نے ان کی گذشتہ خطاؤن کو معاف کر کے بحرین مین رہنے کی اجازت دی اور یہان ان کا اعزاز و وقار قائم رکھا،

شیخ قاسم کا حملہ اور ناکامی

آل خلیفہ کے مطیع ہونے کے بعد شیخ محمد کو اطمینان نصیب ہوا، ابھی یہ لوگ مطیع ہوئے تھے کہ قطر مین بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور اہل قطر نے شیخ قاسم شیخ قطر کی قیادت مین بغاوت کر دی، شیخ محمد نے شیخ علی کو ان کی تادیب پر مامور کیا انھون نے قطر کے پایۂ تخت دوحہ پر قبضہ کر کے باغیون کی خوب سرکوبی کی، شیخ قاسم عفو کا طالب ہوا، شیخ علی نے اس کو قید کر دیا، اس سے قطر کے تمام قبائل مین آگ لگ گئی، اور یہ جہازون کے ذریعہ سے بحرین پر حملہ آور ہو گئے، لیکن جہان فوج موجود تھی اور دامستر مین ایک خونریز جنگ کے بعد اہل قطر کو شکست ہوئی یہ واقعہ ۱۸۶۷ء مین ہوا، اسی وقت سے انگریزون کو بحرین کے معاملات مین دست اندازی کا موقعہ ملا،

انگریزون کی مداخلت اور شیخ محمد سے معاہدہ

انگریز ہمیشہ ان مقامات پر جوان کی تجارت کا گذرگاہ ہو ہمیشہ امن و امان کے خواہان رہتے ہین خلیج عجم ان کی ہندوستانی تجارت اور سیاست کا نہایت اہم راستہ ہے، اس کی بدامنی سے ان کی تجارت پر اثر پڑتا ہے اس لیے انکی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے، کہ یہان کسی قسم کا شر و فساد نہ ہونے پائے اسی خطرہ کو دور کرنے کے لیے انھون نے یہان سے پرتگالیون کو ہٹانے مین مدد کی، اور خلیج عجم کے بعض

ساحلی مقامات پر اپنی سیادت کا جال بچھایا، لیکن اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ ان مقامات پر امن و امان کے بجائے ہمیشہ جدال و قتال کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے، اور ان کا غیر مختتم سلسلہ انگریزی تجارت اور ہندوستانی پالیٹکس کے بالکل خلاف تھا، دوسری طرف شیخ محمد امیر بحرین بھی ان مسلسل خانہ جنگیون سے تنگ آ گئے تھے، انگریز اس قسم کے زرین مواقع کے منتظر ہی رہا کرتے ہین، انھون نے فوراً ابوشہر سے اپنے پولیٹکل ایجنٹ کو امیر بحرین کے پاس بھیجا، اس نے ان کو برطانیہ عظمی کیجانب سے دوستی کا پیام دیا اور ایک معاہدہ پیش کیا کہ شیخ محمد برطانیہ عظمی کی مدد کرین اور برطانیہ ان کے ملک مین قیام امن کی ذمہ دار ہوگی، شیخ محمد خود خانہ جنگی سے گھبرا چکے تھے، انھون نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا اور برطانیہ کی دوستی قبول کر لی اس معاہدہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ چونکہ برطانیہ بحرین کے بحری حملون کی مدافعت کی ذمہ دار ہے، اس لیے شیخ محمد کو بحری فوج اور جنگی بیڑا رکھنیکی ضرورت نہین،[1] یہ معاہدہ قطر کے حملہ کے پہلے ہوا تھا،

شیخ محمد کا عزل اور شیخ علی کا تقرر

اس معاہدہ کے کچھ دنون بعد قطر مین ہنگامہ ہوا اور شیخ محمد کو خطرہ پیدا ہوا کہ قطر والے بحرین پر قابض ہو جائین گے ابھی ان مین اور پولیٹکل ایجنٹ مین گفتگو کا سلسلہ جاری

---

[1] بحرین کی حکومت کے پاس ایک بہت بڑا جنگی جہاز تھا جو توپون اور دوسرے اسلحہ سے مسلح تھا، اس کے ذریعہ سے جب امیر بحرین نے قطر اور قطیف کی ریاستون کا خاتمہ کر کے انکو بحرین مین شامل کر لیا تو انگریزی سیاست نے اسکو اپنے مقاصد کے خلاف سمجھا کیونکہ یہ لوگ خلیج مین ایک متحدہ مضبوط طاقت کے بجائے چھوٹے چھوٹے امرا چاہتے تھے، چنانچہ انھون نے بحرین کے امرا سے کہا کہ سمندر مین جنگ ممنوع ہے اور یہ برطانیہ عظمی کا ایسا حق ہے جسکو بڑی بڑی سلطنتین تسلیم کرتی ہین، اس لیے آیندہ سے تمھارا جنگی جہاز سطح سمندر پر نہ آنا چاہیے اور اگر آیا تو انگریزی جنگی بیڑا اس کا مناسب جواب دیگا، بحرین کے امرا نے اس کے خلاف احتجاج کیا کہ ہمارا ملک کھلے ہوئے جزائر مین جنمین جہازون کے سوا کوئی روک نہین، اسلیے اگر ہم جہاز کے ذریعہ سے مدافعت نہ کرینگے تو ہمارا ملک قبضہ سے نکل جائیگا، انگریزون نے اس کا جواب دیا کہ انگریز عہد کرتے ہین کہ اگر تم لوگ بحری ہجوم نہ کرو تو وہ تمھارے دشمنون کے مقابلہ مین تمھاری مدافعت کرین گے، اس طریقہ سے بحرین کے بیڑے کا خاتمہ ہو گیا،

تھا اور یہ انگریزی امداد کے منتظر تھے کہ جنگ چھڑ گئی، جنگ کا چھڑنا تھا کہ پولیٹکل ایجنٹ جنگی جہاز لیکر بحرین پہنچ گیا اور شیخ محمد پر الزام لگایا کہ انھون نے معاہدہ توڑ دیا لیکن شیخ محمد پولیٹکل ایجنٹ کے بحرین پہنچنے کے پہلے شیخ علی کو اپنا ڈپٹی بناکر یہان سے جاچکے تھے، پولیٹکل ایجنٹ نے ان کی غیر حاضری کو شکستِ معاہدہ کا اعتراف سمجھا اور شاہی قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیدیا، چشم زدن مین قلعہ مسمار ہوگیا اور شیخ محمد کو معزول کرکے شیخ علی کو بحرین کا حاکم بنایا، اب تک دونون بھائیون مین کامل اتحاد تھا، شیخ علی کے دل مین شیخ محمد کے مقابلہ مین حکومت کا خیال بھی نہ آیا تھا، بلکہ انھین کے زور بل پر شیخ محمد حکومت کرتے تھے لیکن انگریزون کی مداخلت کے بعد دونون مین اختلاف پیدا ہوگیا اور شیخ محمد بحرین چھوڑ کے کویت چلے گیے، شیوخ کویت نے درمیان مین پڑکر دونون بھائیون مین صلح کرانا چاہا، اور شیخ علی کو شیخ محمد کی دوبارہ امارت پر راضی کرلیا، چنانچہ شیخ عبداللہ حاکم کویت خود ان کو لیکر بحرین روانہ ہوے، راستہ مین ان کو معلوم ہوا کہ شیخ علی نے راے بدل دی، یہ خبر سنکر شیخ محمد راستہ سے کویت لوٹ گئے، اور یہان انھون نے فوجین جمع کرکے شیخ علی سے اعلانِ جنگ کردیا، اس جنگ مین شیخ علی مارے گیے، گو شیخ محمد اس جنگ مین کامیاب ہوے لیکن آل عبداللہ نے انھین پکڑ کے قید کردیا، پھر بحرین سے بمبئی اور بمبئی سے عدن بھیجے گئے، یہان کئی برس تک قید رہے، آخر مین سلطان عبدالحمید کی سفارش سے ان کو مکہ جانے کی اجازت دیدی، جہان انھون نے ۱۳۰۵ھ مین وفات پائی،

شیخ عیسیٰ کا تقرر

شیخ علی کے قتل کے بعد ان کے اہل وعیال قطر چلے گیے اور ۳ مہینہ تک بحرین مین بدنظمی رہی، تین مہینہ کے بعد بحرین کے اجارہ دار انگریزون نے یہان کا معاملہ اپنے ہاتھ مین لے لیا اور انگریزی پولیٹکل ایجنٹ نے بحرین کے باشندون سے یہان کے آیندہ حکمران کے بارہ مین مشورہ طلب کیا، ان لوگون نے مقتول شیخ علی کے لڑکے شیخ عیسیٰ کو پسند کیا، چنانچہ یہ قطر سے بلاکر آئے اور شعبان ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء مین انھون نے بحرین کی زمام حکومت اپنے ہات مین لی، یہ نہایت فیاض اور عالی حوصلہ آدمی تھے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی قبائل پر انعام واکرام کی بارش شروع کردی، ملک کی آمدنی کا بڑا

حصہ قبائل، وفود عرب اور ملکی اصلاح پر صرف کرتے تھے، عدل وانصاف ان کا نمایان وصف تھا، ان کا عہدِ حکومت مسلسل پچیس برس تک رہا، اس طویل مدت مین انھون نے عمداً کسی ایک فرد پر بھی ناروا زیادتی نہین کی اور نہ اپنے علم مین کسی عہدہ دار سے ہونے دی، شروع شروع مین بہت قدامت پرست تھے لیکن رفتہ رفتہ ضروریاتِ زمانہ نے تجدید واصلاح پر مائل کردیا، چنانچہ انھون نے متعدد مدارس قائم کئے، ایک اخبار جاری کیا اور بھی بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دئے،

انگریزون سے وفاداری

چونکہ انگریزون نے ان کو تخت پر بٹھایا تھا۔ اس لئے یہ ان کے سچے یار وفادار تھے، شیخ موصوف صرف ان کے تجارتی پہلو کو دیکھتے تھے اور سیاسی پہلو پر نظر نہ جاتی تھی، ان کا یہ حسن ظن ۲۵ سال تک قائم رہا، ان کی وفاداری اس حد تک تھی کہ انگریزون کے مقابلہ مین اسلامی حکومتون کی دوستی کو بھی ٹھکرا دیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ مدحت پاشا بغداد کے گورنر نے عثمانی حکومت کی جانب سے انکو دوستی کا پیام دیا، انھون نے ان کا خط انگریزون کے پاس بھیج دیا اور مدحت پاشا کو لکھا کہ "میرے لئے برطانیہ عظمی کی دوستی بہت کافی ہے" جرمنی نے بھی اپنے بحرین کے تجارتی معتمد کے ذریعہ سے نامہ وپیام شروع کیا تھا لیکن اسکو بھی ایسا ہی خشک جواب ملا، اس قسم کے پیامات اور بہت سی حکومتون کی جانب سے آئے لیکن یہ ہمیشہ یہی جواب دیتے رہتے کہ "برطانیہ عظمی کی دوستی ہمارے لئے بہت کافی ہے وہ معاہدہ کی بڑی پابند ہے اس نے ہماری آزاد حکومت تسلیم کرلی، اس سے زیادہ ہمین کچھ نہ چاہئے"

انگریزون کی بدعہدی

لیکن ان کا یہ حسن ظن کس حد تک صحیح تھا؟ انگریزون نے ان کی آزاد حکومت کا کہانتک احترام کیا؟ اور معاہدون کی پابندی کس حد تک کی؟ ان سوالات کا جواب ذیل کے واقعات دینگے، ۱۳۱۱ھ مین جلا وطن آل علی اور بنو ہاجر نے زبارہ مین بغاوت برپا کی، اور اس کے شعلے دفعةً زبارہ اور اس کے قرب وجوار مین بھڑک اٹھے، اور یہ سب باغی بحرین کی طرف چلے، اس وقت حکومت بحرین کے پاس اس بغاوت کے فرو کرنے کی اس کے سوا فوری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ جنگی جہاز کو کام مین لائے، شیوخ نے بھی یہی فیصلہ کیا، لیکن امیر بحرین کی معاہدہ شکنی کے خیال سے برطانوی پولیٹکل ایجنٹ سے جنگی جہاز کے استعمال کی اجازت مانگی، اس نے

جواب دیا کہ اس سے معاہدہ ٹوٹ جائیگا، اس جواب پر انھون نے کہا کہ معاہدہ کی رو سے ایسے وقت برطانیہ مدافعت کی ذمہ دار ہے، اس لیے اس وقت اسکو ایفاے عہد کرنا چاہیے، پہلے ایجنٹ صاحب نے اس مین پہلو تہی کی تھی، لیکن پھر چند جدید شرائط پر مدافعت کے لیے رضامندی ظاہر کی، کہ بحرین مین برطانیہ کی سفارت قائم کیجاے، اور ہر برطانوی رعایا مقیم بحرین کے مقدمات مین برطانوی سفیر کو مداخلت کا حق دیا جاے، ایسے نازک وقت مین شیوخ کے لیے ان شرائط کے ماننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، اس لیے جبرًا و قہرًا مان لیا یہ تھی برطانیہ کی پابندی جس پر شیخ عیسیٰ کو اتنا اعتماد تھا،

تاج کی اہانت

دوسرا واقعہ آزاد حکومت کے احترام کا سنیے، سنہ ۱۹۰۳ مین ایک جرمنی ملازم نے شیخ عیسیٰ کے بھتیجے کی شان مین کچھ گستاخی کی، اس نے اس کو مارا، خادم نے اپنے آقا سے اس کی شکایت کی، آقا نے پولیٹکل ایجنٹ کے سامنے معاملہ پیش کیا، مقامی حکومت نے اس واقعہ پر افسوس ظاہر کیا اور خادم کو ۳ ہزار بطور حرجانہ یا جرمانہ دیا، لیکن سر پرسی کاکس انگریز پولیٹکل ایجنٹ متعینہ ابوشہر کو اس سے تشفی نہین ہوئی، اس نے اس کے انتقام کے لیے اپنا جنگی بیڑا بھیجا، یہ بحرین کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا، اور فوج کا ایک حصہ خشکی پر اتار کر ملازم کے انتقام مین نہایت ذلت آمیز مطالبات پیش کیے، اور ان کی ایک ایک دفعہ منوا کر چھوڑی، اور شاہی خاندان کا معزز رکن شیخ عیسیٰ کا بھتیجا پانچ سال کے لیے ہندوستان جلاے وطن کیا گیا، انگریز پولیٹکل ایجنٹ کو تمام اجنبیون کے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا گیا، یہ تھا ایک آزاد حکومت کا احترام کہ شاہی خاندان کا ایک فرد ایک ادنی درجہ کے یورپین کو اس کی گستاخی پر معمولی سزا دیتا ہے اور انگریز اس سے اتنا سخت اور اس قدر ذلیل انتقام لیتے ہین،

شیخ عیسیٰ کا عزل اور شیخ حمدون کا تقرر

اس واقعہ کے بعد شیخ عیسیٰ کا براے نام جو وقار باقی رہ گیا تھا وہ بھی سنہ ۱۹۰۳ مین جاتا رہا اور اسی سنہ مین ایک نہایت معمولی بات پر شیخ عیسیٰ معزول ہو کر اپنی وفاداری کا صلہ پا گئے، یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ آخری معاہدہ کی رو سے کہ اجنبیون کے مقدمات

کی سماعت انگریز پولیٹکل ایجنٹ کرتا تھا، سنہ ۱۹۰۳ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک نجدی مقیم بحرین کے گھر سے ایک گھڑی غائب ہو گئی اور ایک ایرانی پر چوری کا شبہ ظاہر کیا گیا، نجدیون اور ایرانیون مین پرانی عداوت تھی، اس واقعہ نے جنگ کی صورت اختیار کر لی اور طرفین کے ہتھیار نکل آئے، خان بہادر محمد شریف بلدیہ بحرین کا صدر ایرانی تھا اس کو عربون سے سخت عناد تھا، اس واقعہ مین اس نے ایرانیون کو عربون کے قتل پر ابھارنا شروع کیا چونکہ اس معاملہ مین فریقین اجنبی تھے اس لیے حکومت نے تنہا حفظ امن پر کفایت کی، لیکن بحرین کے پولیٹکل ایجنٹ نے فورًا تار کے ذریعہ سے ابوشہر کے پولیٹکل ایجنٹ کو اس واقعہ کی اطلاع دی یہ وہان سے دو جنگی جہاز لیکر آیا اور آتے ہی شیخ عیسیٰ کو معزول کر دینے کا مطالبہ کیا، شیخ عیسیٰ نے انکار کر دیا لیکن اس نے ان کی ایک نہ سنی اور لوگون کو جمع کر کے ان کے سامنے شیخ عیسیٰ کو معزول کر کے ان کی جگہ ان کے لڑکے شیخ حمدون کو بٹھا دیا،

نظام مین تبدیلی

شیخ عیسیٰ کے عزل اور شیخ حمدون کی تخت نشینی کے بعد بحرین کا طرز حکومت بالکل بدل گیا، حکومت کے تمام شعبون مین نئے سرے سے انقلاب ہوا، وطنی عدالت توڑ دیگئی اور چنگی وغیرہ کی آمدنی کر شیخ حمدون اور خاندان شاہی کے ارکان کے وظائف مقرر کر دیئے گئے، وطنی حکومت کے بجاے مرکز حکومت کے نام سے ایک مخلوط عدالت قائم ہوئی، جس مین شیخ حمدون اور انگریز پولیٹکل دونون مل کر بحرین کے داخلی معاملات کی سماعت کرتے تھے، اس طریقہ سے بحرین کی نام نہاد آزادی کا بالکل خاتمہ ہو گیا،

شیخ عیسیٰ کی فرد جرم

غالبًا ناظرین متعجب ہونگے کہ شیخ عیسیٰ جیسے وفادار کو کس جرم مین اتنی سنگین سزا دی گئی، اس مین شک نہین کہ شیخ عیسیٰ انگریزون کے یار غار تھے، لیکن اس کے باوجود وہ رعایا کے جائز مطالبات مین بخل نہ کرتے تھے، گو وہ ان مین ایک کو بھی پورا نہ کر سکے، ان کی معزولی کے آخری تین سالون مین رعایا نے ایک تشریعی جمعیت کے قیام کا مطالبہ کیا، شیخ عیسیٰ نے اس کو منظور کر لیا لیکن پولیٹکل ایجنٹ نے نامنظور کر دیا پھر رعایا نے وطنی پولیس کی تنظیم کی درخواست کی، شیخ عیسیٰ اس پر بھی راضی ہو گئے، لیکن ایجنٹ نے اسے

بھی مسترد کر دیا، آخر مین اہل بحرین نے ملک کی اصلاح کے لیے ایک لائحہ پیش کیا، جس کی دفعات حسب ذیل تھین،

(۱) برطانیہ عظمیٰ اور اس کی دوستی کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوے اور اس کو کوئی صدمہ پہنچائے بغیر حسب سابق شیخ عیسیٰ کو بحرین کے داخلی معاملات مین برطانوی قنصل کی مداخلت سے آزاد ہونا چاہیئے۔

(۲) تمام احکام کا اجرا شرع اسلامی اور اس قانون کے مطابق ہونا چاہیے جسے اہل بحرین پسند کرین اور شرع اسلام کے خلاف نہ ہو،

(۳) قنصل کو برطانیہ عظمیٰ اور حکومت بحرین کے معاہدہ سے آگے بڑھکر بحرین کے داخلی معاملات مین مداخلت نہ کرنی چاہیے،

(۴) غواصی کا ایک خاص محکمہ قائم کرنا چاہیے جس مین ۴ غواصی کے ماہر ارکان ہون جو غواصی کے متعلق جملہ دعاوی پر غور کر سکین،

(۵) ملکی مصالح پر غور و فکر کے لیے باشندگان ملک کے منتخب کردہ نمایندون کی ایک مجلس شوریٰ قائم کرنی چاہئے۔

چھٹی دفعہ مین اس اہم اصلاح کے قیام و نفاذ کے لیے بارہ وطنی اشخاص کے نام پیش کیے گیے تھے، اہل بحرین نے مذکورہ بالا اصلاحات شیخ عیسیٰ سے مانگی تھین اور وہ ان کے دینے پر راضی ہو گئے تھے لیکن پولیٹکل ایجنٹ نے ان کے روکنے پر اپنا پورا زور صرف کر دیا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ شیخ عیسیٰ کی رضامندی کی سزا تھی، کہ شیخ عیسیٰ ایسے مطالبات دینے پر رضامند ہو گیے تھے جنکی بعض دفعات سے پولیٹکل ایجنٹ کے غیر محدود اختیارات کی تحدید ہو جاتی تھی،

نظام حکومت شروع مین بحرین کا نظام حکومت خالص وطنی اور مذہبی تھا، اسمین کوئی بیرونی طاقت دخیل نہ تھی، تمام ملکی اور غیر ملکی باشندون کے مقدمات بحرین کی وطنی عدالت فیصل کرتی تھی، سنہ ۱۹۰۳ مین برطانوی رعایا کے مقدمات کی سماعت کا حق اس کو باقی نہ رہا اور ایجنٹ کرنے لگا،

اس وقت سے تین عدالتین قائم ہو گئین، وطنی، اجنبی اور مخلوط، وطنی عدالت شیخ عیسیٰ کے متعلق تھی، اور اجنبی پولیٹکل ایجنٹ کے اور مخلوط خان بہادر محمد شریف صدر بلدیہ بحرین کے، لیکن سنہ ۱۹۲۳ مین آیاز کے ہنگامہ کے بعد جب شیخ عیسیٰ معزول ہوے تو یہ تینون عدالتین ایک کر دی گئین اور شیخ حمدون اور پولیٹکل ایجنٹ دونون ملکر مشترکہ سماعت کرنے لگے، وطنی عدالت کا جو امتیاز باقی تھا وہ ختم ہو گیا، اور بحرین کے اندرونی معاملات مین بھی انگریز پولیٹکل ایجنٹ دخیل ہو گیا گویا عدالت پر تمامتر انگریز قابض ہو گئے کیونکہ شیخ حمدون برائے نام تھے، پولیس تمامتر انگریزی ہے، بحرین والون نے ملکی پولیس کے لیے کوشش کی تھی لیکن ایجنٹ نے انکار کر دیا، عدل و انصاف کے اعتبار سے شیخ عیسیٰ کا عہد بہترین عہد تھا، وہ ہمیشہ قیام عدل مین کوشان رہتے تھے اور یہ دعوی کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ انھون نے اپنی پچیس سالہ عہد حکومت مین کبھی کسی پر عمداً ظلم نہین کیا اور نہ کسی عہدہ دار کو اس کا موقع دیا،

منامہ بحرین کی سیاسی تاریخ لکھنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہان کے شہرون اور تجارتی کاروبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجائے، بحرین کا سب سے بڑا شہر منامہ ہے اسکی آبادی ۴۰ ہزار ہے، اسمین ایرانی، ہندوستانی، یورپین، مسیحی، یہودی، اور پارسی سب آباد ہین، ڈاکخانہ، ٹیلیگراف آفس، قرنطینہ گودی اور جنگی گھر وغیرہ سب یہین ہے، سلاطین عجم کے آثار مین ایک قلعہ "قلعۃ الدیوان" ہے ان کے علاوہ یہان اور بہت سی بڑی عمارتین ہین، منامہ سے آدھ گھنٹہ کی مسافت پر جنوب مغرب مین ایک بڑا بازار ہے، اسمین بہت سے قدیم آثار ہین، از انجملہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد کی ایک ٹوٹی ہوئی مسجد ہے، اس کے پاس ہی پٹرول کا چشمہ ہے، اس سے کچھ فاصلہ پر آل خلیفہ کے سابق امرا کا مسکن رفاع ہے، یہان ایک قدیم منہدم قلعہ تھا، اس کی بنیاد پر شیخ سلیمان نے ایک جدید قلعہ بنوایا ہے، رفاع کے اردگرد نہایت عمدہ باغات ہین، ان مین سب سے بڑا اور خوبصورت باغ صخیر ہے جو موجودہ فرمانروا شیخ حمدون کا لگایا ہوا ہے، اس مین بکثرت کنوئین اور چشمے ہین، غرض منامہ کے قرب و جوار مین عربون کے بہت سے

مواضعات اور ان کے محلات و قصور ہین،

محرق منامہ کے مشرق جانب نصف گھنٹہ کی مسافت پر بحرین کا موجودہ پایہ تخت محرق ہے، مرکزیت، آبادی، عمارتون اور دوسری ترقیون کے لحاظ سے منامہ کو پایہ تخت ہونا چاہیے تھا لیکن رسمی پایہ تخت جہان شیوخ رہتے ہین محرق ہی ہے تاہم علوم و فنون کے چرچے کی وجہ سے یہ مقام اس سے ممتاز ہے،

موتیون کی تجارت بحرین اپنے موتیون کی وجہ سے تمام دنیا مین مشہور ہے، ساری دنیا کے جوہری اس پر متفق ہین کہ بحرین موتیون کا سب سے بڑا مخزن ہے اور حسن و خوبصورتی مین کہین کے موتی یہان کے موتیون کا مقابلہ نہین کرسکتے، تین کرور روپیہ سالانہ کے موتی بحرین کے مخزن سے نکلتے ہین، موتی نکالنے کا موسم مئی سے ستمبر تک ہے، اس زمانہ مین تمام دنیا کے جوہری یہان جمع ہوجاتے ہین، بحرین مین موتیون کے جملہ نزاعات کے متعلق ایک خاص محکمہ ہے، لیکن ہم یہ نہین بتاسکتے کہ اس مین بحرین کی حکومت کو کس حد تک دخل ہے اور اس کو اس کثیر دولت سے کتنا فائدہ پہنچتا ہے، موتی نکالنے والون کی جماعت پانچ افراد پر مشتمل ہوتی ہے "ناخدا" "غیص" "سیب" "رظیف" اور "تیات" ناخدا اس جماعت کا افسر اعلیٰ ہوتا ہے اور غیص غوطہ لگاتا ہے، اور سیب رسی کھینچتا ہے اور رظیف اس کا مددگار ہوتا ہے اور "تیات خادم ہوتا ہے، ناخدا اپنی نگرانی مین موتی نکلواتا ہے، اور نکلواکر بھیجتا ہے اور اسکی قیمت کا پانچوان حصہ خود لیتا ہے اور بقیہ چار حصون کا نصف غوطہ زن کو دیتا ہے اور دو ثلث رظیف کو اور ایک ثلث سیب کو،

دوسری تجارتین موتیون کی تجارت کے علاوہ بحرین مین تمام تجارتی اشیاء کی اتنی گرم بازاری رہتی ہے کہ اجنبی یہان کی تجارتی چہل پہل کو دیکھکر مبہوت ہوجاتا ہے، تاجرون کے گودام ماکولات، مشروبات ملبوسات اور دوسرے زیب و زینت اور عیش و تنعم کے سامانون سے بھرے رہتے ہین، بمبئی اور کراچی جیسے بڑے شہرون کے علاوہ اور کسی چھوٹے شہر مین اتنا سامان فراہم نہین ہوسکتا، اگر کوئی شخص کسی

تجارتی کوٹھی مین داخل ہو تو سب سے پہلے اس کی نظر بڑے بڑے ضخیم رجسٹرون پر پڑے گی، دوسری طرف آہنی صندوق، تجوریان اور نقد کی تھیلیان دکھائی دینگی، آنے جانے والے علحدہ قہوہ اور سگریٹ نوشی مین مصروف ہون گے، یہان ہندوستان، ایران، عراق، یورپ اور امریکہ کا مال ہندوستان کے راستہ سے آتا ہے، اور احسار اور نجد کے بازارون مین بکتا ہے،

تعلیم بحرین مین عرب کے اور حصون کی بہ نسبت تعلیم زیادہ ہے، خصوصاً ادب اور شاعری کا بڑا چرچا ہے، اور جزیرہ مین ادبار اور شعرار کی بڑی تعداد ہے دار المطالعہ اور دار الکتب بھی ہین جنین اکثر عربی کے اچھے رسائل آتے ہین، ریڈنگ روم مین بہترین جدید اور قدیم کتابین رہتی ہین، متعدد مدارس بھی ہین جس کا نظام اکابر علمار کی مجلس منتظمہ کے ہاتھون مین ہے اس کے سکریٹری شیخ عیسیٰ کے چچازاد بھائی ابراہیم ہین، انھون نے حجاز مین تعلیم پائی ہے اور بحرین کے علمی حلقہ مین ممتاز شخصیت رکھتے ہین، ان مدارس مین مصری، عراقی اور نجدی معلم تعلیم دیتے ہین اور اب نصاب مین بعض ایسی کتابین داخل کی گئی ہین جن کا پڑھنا مین پہلے کفر و ضلالت سمجھا جاتا ہے، محرق مین خاص طور پر تعلیمی سرگرمی زیادہ ہے گو یہ چھوٹا مقام ہے تاہم یہان متعدد مدرسے اور ادبی مجلسین ہین جنمین نوجوان نہایت انہماک کیساتھ علم و ادب کی تحصیل مین مصروف ہین، غرض مجموعی حیثیت سے ہم اس کو مصر و شام کا چھوٹا نقش کہہ سکتے ہین،

امریکن مشن بحرین مین تقریباً نصف صدی سے امریکن مشن قائم ہے، ایک گرجا ایک مدرسہ ایک شفاخانہ اور ڈسپنسری اس سے متعلق ہین، شفاخانہ اور ڈسپنسری کی نگرانی ایک تجربہ کار ڈاکٹر کے متعلق ہے، اور متعدد عورتین اسکی اعانت مین ہین لیکن چونکہ امریکن مشن اسکول کے نصاب مین انجیل داخل ہے، اس لئے مسلمان طلبہ یہان بہت کم پڑھتے ہین، گو امریکن مشن عرصہ دراز سے ہے لیکن اس طویل مدت مین چند مسلمانون کو بھی عیسائی بنانے مین کامیاب نہ ہوا،

خیابانِ دانش

(۴)

پانچوان باب

طالبِ فلسفہ کی نوعیتِ طبیعت اور اسکی تعیین و تخصص،

ازجناب مولوی ابوالقاسم صاحب سرور،

کسی جدید چیز کی جستجو کسی نئی شے کی تلاش مین بیشتر و اکثر انسان اپنے پچھلے خیالات کے محصل
ہی کو رہبر بنانے پر مصر رہتا ہے، وجہ یہ کہ اس کے عام عادات و خصائل اپنے ماحول کی آئینہ داری کے
لئے مخصوص ہین تعلیم و تربیت، صحبت و ہمنشینی کے مختلف اثرات یہی چیزین عادت بشری کا خمیر یا عنصر
قوی مانی گئی ہین، جن کی وجہ سے تحقیقِ بالا کے وقت یہ تعصب و تیقن کی نگاہون سے ہی دیکھنا پسند کرتا
ابتدائے عمر کی عصبیت نہایت قوی اور پائدار تسلیم کی گئی ہے، اس عصبیت کی قوی خواہش پوری پوری
نقالی کے میلان و رجحان سے پوری ہوا کرتی ہے، ہم دور و ہم بزم افراد کی چال ڈھال، رفتار و گفتار
انداز و عادات وغیرہ مین مماثلت و مشابہت حاصل کرنے پر یہی عصبیت انسان کو مجبور کیا کرتی ہے، مذہب
یا عام ملکی سرگرمی کے لئے لباس کی تراش خراش کی تفریق اور تعیین اور اخلاقی حالت جیسی بھی ہو اسکا
نشر و شیوع یہ سب اسی کی کرشمہ سازی ہے، اس کے ماسوا اس خواہش سے دفترِ اتحاد کی شیرازہ بندی
بھی وابستہ ہے جس پر محافل و مجالس کے قیام و بقا کا مدار ہے،

رواج عام کی نوعیت بھی اسی کے مماثل ہے کیونکہ اثر رواج سے بغیر متاثر ہوئے انسان رہ
نہین سکتا، اس کے عادات و خیالات ابتدا سے رواج کی حکومت کے آگے سرافگندہ رہے ہین، اگلے
دانشور رواج کی زبردست اثرانگیزی دیکھتے دیکھتے اس کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اشیائے عالم کو جمیل

و غیر جمیل، صحیح و غیر صحیح، کار آمد و غیر کار آمد، یہ مختلف خطابات رواج ہی کے دیئے ہوئے ہین، اور رواج
ہی نے انھین ایسا بنا دیا ہے، ورنہ حقیقۃً ان کی کوئی اصلیت نہین، ہر قوم کا اپنے یہان کے رسم و رواج
کو دوسرون کے مقابلہ مین بہترین خیال کرنا مختلف اقطاعِ عالم کا باہمی اختلاف اور رواج و رسوم سے
ان کا اس طرح لبریز ہونا کہ ہر ایک اپنی جگہ اپنے یہان کی رواج پذیر رسمون کی افضلیت کا مدعی ہی،
بعض حکما اس تماشہ سے ایسے برداشتہ خاطر ہوئے کہ سرے سے عالم کو صداقت سے خالی کہنے
لگے، ان کے نزدیک دنیا مین مطلق صداقت بالکل ناممکن اور سراسر محال قرار پائی، رسم و رواج کو
عقلانے مختلف نگاہون سے دیکھا، بعض نے مفید خیال کیا، اور بعض نے مضر، کسی نے اسے منتظم اشیار
کے الفاظ سے تعبیر کیا اور کسی نے ایسی آزاد طاقت مانا کہ جس کی دنیا بھر مین نہ کہین روک ٹوک ہے اور
نہ اس کی مزاحمت کی کسی مین طاقت و قوت، یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ تاثیر رواج دورِ امن و سکون
کے لئے ہی مخصوص نہین اس کا مخالف منظر بھی اسی رواج کے زیر اثر ہے، پہلے رواج پست طبقہ مین
آہستہ آہستہ پھیلتا اور پھر آگے قدم بڑھاتا ہے، اس طرح کہ اونچے طبقہ کے کچھ فرد اس کی سرپرستی
کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہین، پچھلی عادتین اور خیالات برگِ خزان رسیدہ کی طرح سرپرستی کی تیز ہوا
سے باقی نہین رہتے اور نئے خیالات کی پیداوار ان کی جگہ لے لیتی ہے،

حاصل یہ کہ بغیر تعیین و تخصیص کا سب فلسفہ ہو یا پیروِ مذہب ہر ایک کے لئے تعصبات کے
گرد و غبار سے ذہن کے آئینہ کو پاک و صاف رکھنا تحصیل علم کا پہلا قدم اور مذہب کی پیروی کی شرطِ
اولین یہی ہے، جس طرح کتب ملہمہ کی سودمندی پیروِ مذہب کے لئے مسلم ہے، بعینہ یہی حال فلسفی کے
واسطے تعقل کا سمجھنا چاہیئے، فلسفہ اور مذہب دونون صحیح واقعات کے ظہور کا مرکز ہین، انسان جلب
منفعت کے لئے جب انھین استعمال کرتا ہے، تو عصبیت کے دست و بازو سے، تعصب سے خالی الذہن
نہ ہونے کی حالت مین کتب ملہمہ، اور تعقل ان دونون مین اسی چیز کی آمیزش زیادہ مقدار مین ہو جاتی

ہے، جس کے حاصل کرنے کا عزم و ارادہ اس طرف کھینچ کر لایا تھا،

فلسفہ مین شرکت تعصب اصل واقعات کو نظر انداز کر دیتی ہے، اور الہامی کتابون مین بھی تعصب دور از کار لغو و مہمل تاویلون پر اتر آتا ہے، جس کا نتیجہ مذہبی اور فلسفی بے شمار گروہون اور جھگڑون مین ظاہر ہوتا رہتا ہے، تعصب سے کنارہ کش ہونے مین ہمت صرف کرنا اس وجہ سے نہایت ضروری ہے، کہ جس طرح سفید کپڑے پر رنگ بہت جلد قبضہ کر لیتا ہے، اسی طرح طبع بشر مین یہ بے انتہا پیدا ہو کر فضاے باطن کو ایسا گھیر لیتا ہے، کہ طلب حق کی گنجائش نہین رہتی، اس مین یہ عجب کمال ہے کہ اس کے وجود پر بھی اکثر اس کے وجود کا علم نہین ہوتا، انسان مین تعصب کے جراثیم داخل ہو چکے وہ خود متعصب بن چکا، مگر پھر بھی ذات مین اسے تعصب کے پائے جانے کا ادنیٰ بھی کبھی شبہہ نہین گذرتا، اسی بنا پر اس کی بیخ کنی کی جانب کافی توجہ کی ضرورت محسوس کی گئی ہے،

تحصیل فلسفہ کے لئے تعصب سے خالی الذہن ہونا جس طرح ضروری ہے، اسی طرح طبیعت مین شک کا پایا جانا بھی لازمی ہے یعنی کاسب فلسفہ شکی طبیعت رکھتا ہو، اس لئے کہ اگر ذہن بالکل تعصبات سے مملو ہے، تو تجسس حقیقت کے لئے اسمین کوئی جگہ ہی باقی نہین، تلاش حقیقت جب ہی ممکن ہو سکے گی کہ سابقہ تعصبات کی قوت مضمحل ہو کر فنا ہو، اور اس کی جگہ شک اگر تحقیق اور جستجو کا بند دروازہ کھولنے کی کوشش کرے، ارسطاطالیس فلسفہ کی اعلیٰ کامیابی کا راز اسی شک مین مضمر بتاتا ہے، لیکن ساتھ ہی شک کا استعمال بھی بجاے خود نہایت نزاکت رکھتا ہے، اسمین سخت احتیاط کی ضرورت ہے، اگر آلہ اور ذریعہ سمجھکر شک زیر استعمال رکھا جائے، تو اس صورت کے موصل الی المطلوب ہونے مین ادنیٰ شک کی گنجائش نہین، کیونکہ یہ طریقہ ذہن مین اکتسابات علمیہ اور استدلال عقلی کی ہمنوائی کی استعداد پیدا کر دیتا ہے، غفلت سے غایت سمجھکر شک کا استعمال منزل مقصود کی قربت سے کوسون دور ہٹا کر افراط شک کی تیرہ و تار مہیب گھاٹیون مین گرا دیتا ہے،

ایک فرنسیسی مبصر نے شک کی دو قسمین کی ہین، دشمنی یا غیظ و غضب، تعصب اور وہم سے پیدا شدہ شک کو ریب جہل قرار دے کر قسم اول مین رکھا ہے، اور عبرت، دانشمندی احتیاط سے حاصل کیا ہوا شک تنور کا ذریعہ بتا کر قسم ثانی مین شامل کیا ہے، اس تقسیم کے بعد کہتا ہے کہ شک کی مداومت ذہنی قوی کو نقاہت اور غیر معمولی اضمحلال مین گرفتار کر کے ناکارہ بنا دیتی ہے، مسلمات کی جانچ پرتال کی شرط تنہا احتراز اغلاط ہی نہین بلکہ اس کے ساتھ ایسے شک سے بھی اجتناب لازم ہے، جو حقیقت کی جستجو مین ذریعہ و آلہ نہین قرار پا سکتا، کاسب فلسفہ کے لئے ذیل کی مصرحہ شرطون کی پابندی فرض اولین کا حکم رکھتی ہے،

پہلی شرط تعصب سے بچنا،

دوسری شرط شک کا بہ طور آلہ استعمال کرنا،

تیسری شرط، سست منکبر مغلوب جوش نہ ہونا،

تیسری شرط کی یہ وجہ ہے کہ سست و کاہل کبھی تحقیقات کی دوڑ دھوپ کی مشقت برداشت کرنا پسند نہین کرتا، اور ہمیشہ اس قسم کے موقعون سے بچتا رہتا ہے، کیونکہ حاصل شدہ سرمایہ علم ہی اس کی نظر مین کافی سے زائد معلوم ہوتا ہے، اس بنا پر ممانعت کی گئی ہے، کہ فلسفہ کی تحصیل کرنے والا پست ہمت اور کاہل نہ ہو، مغرور کی ممانعت اس لئے کہ ارباب نخوت سادہ واقعات کو ذلیل اور بیکار سمجھ کر ان کی جانب اعتنا کرنے کو بھی اپنی توہین سمجھتے ہین، اور اتنے حصہ کو چھوڑ کر اہم اور پیچیدہ واقعات جن کی بنا نظر انداز کئے ہوئے سادہ واقعات پر ہے ان کے تجسس مین انہماک تام سے کام لیتے ہین، ظاہر ہے کہ بنیادی واقعات سے بنظر تحقیر بے اعتنائی اور اس سے آگے کے سلسلہ مین غور و خوض یہ ناقص طریقہ کسی طرح مفید نتیجہ نہین پیدا کر سکتا، کیونکہ صحت نتائج کے لئے سادہ اور پیچیدہ دونون واقعات کو بہ امعان نظر دیکھنا لازمی اور ضروری ہے، معمولی اور سادہ واقعات کو چھوڑ کر صرف دشوار اور

پیچیدہ واقعات کا انتخاب اس وقت تک فائدہ بخش نہین جب تک کہ ترک کیا ہوا پہلا سلسلہ تحقیق کے
سامنے مسلسل نہ ہو،

متکبر اس بناپر نہ ہو کہ اس حالت مین اپنی وقعت اور خودبینی کے سوا اور کسی جانب اس
طبیعت کا شخص دیکھتا ہی نہین، حقیقت کی جستجو کی مہم ایسی طبیعت والے سے کسی طرح سر نہین ہوسکتی،
اس کا نصب العین مطمحِ نظر جو بھی ہے، وہ صرف اپنی ہی عظمت و منزلت ہے، اور بس، اس لئے طالبِ فلسفہ
کو اس سے احتراز کی ہدایت کی گئی ہے،

مغلوب جوش ہونا اس لئے مقدوح ہے کہ ہیجانی حالت ذہن کو واقعات کی کنہ رسی سے باز
رکھکر اپنی طرف توجہ جذب کرلے گی، اور ذہن اس شورش مین پھنسکر تفتیش و سراغ رسی کی اہم خدمت
انجام نہ دے سکے گا، انھین تین شرطون کا التزام یعنی تعصب سے احتراز، جائز شک کا استعمال، کاہلی، تکبر و
مغلوب جوش ہونے سے اجتناب طالبِ فلسفہ کو کجروی اور جمود سے بچاکر ترقی کی شاہراہ پر لے آتا ہے،
اکتسابِ فلسفہ کی توضیح شرائط کے بعد فوائدِ فلسفہ کے اعتبار سے اس کے طرقِ تحقیقات کی
جانچ اور ان مین سے کسی ایک طریقہ کی تعیین یہ بھی ایک ضروری بحث ہے، جس کی حقیقت سطور
ذیل سے معلوم ہوگی، پہلے "طریقۂ فلسفہ" کی نسبت یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس کا مفہوم کیا ہے،

فلسفہ مین اکتساب غایت کے لئے جو قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے اسے طریقۂ فلسفہ کہتے
ہین، اوراق سابقہ مین غایاتِ فلسفہ کی نسبت تصریح کیجا چکی ہے، کہ وہ دو ہین،

غایت اول تجسس علل،

غایت دوم کثرت کی وحدت مین منتقلی،

طریقۂ فلسفہ کی تعیین بھی بین الحکما مختلف فیہ ہے، بعض صرف تحلیل اور بعض محض ترکیب اور
کچھ تحلیل و ترکیب دونون کو طریقۂ فلسفہ سے نامزد کرتے ہین، اور یہ آخری صورت ہی نہایت کار

ہونے کے ساتھ بعید وقت نظر پر مبنی ہے، اب تحلیل و ترکیب دونون کی توضیح کی ضرورت ہے،
ہر شے چند اجزا کا مجموعہ ہوا کرتی ہے، کسی شے کے مجموعہ یا اجزا کو علیحدہ علیحدہ کرکے ذہن کا
ہر ہر جزو کی تنقیح کی جانب مائل ہونے کا نام تحلیل ہے، اور بعد تحقیق اس پھیلے ہوئے سرمایہ کو سمیٹ کر
یکجا کرنے کو ترکیب کہتے ہین، مثال مین ان دونون کا مفہوم اس طرح ظاہر کیا جاسکتا ہے، کہ مثلاً
گھڑی مجموعہ ہے کمانی، چھوٹے بڑے مختلف پرزون، دونون سوئیون اور ڈائل وغیرہ کا، یا مکان
کہ یہ بھی مجموعہ ہے دیوار، سقف، بام و در وغیرہ وغیرہ کا، گھڑی اور مکان علیحدہ علیحدہ جتنے اجزا کے مجموعہ کا
نام ہے، ان دونون مثالون مین ہر ایک کے مجموعہ یعنی ان کے تمام اجزا کو ذہناً جدا جدا کرنا تحلیل اور
علیحدہ کئے ہوئے اجزا کو فراہم کرکے پھر مجموعہ بنالینا ترکیب کہلاتا ہے، شاخین، تنہ، برگ و بار وغیرہ
کے مجموعہ کا نام درخت ہے تو ڈالیان، پتے، تنہ، جڑ وغیرہ یہ سب اس کے اجزا ہوئے، بالانفراد
ان اجزاء کا معائنہ تحلیل، اور ان تمام اجزا کو یکجا کرکے پھر مجموعہ بنانا اور اس مجموعہ کو شے واحد کا مصداق
قرار دیکر اسے درخت کہنا یہ ترکیب ہے،

دلیل استقرائی مین انھین تحلیل و ترکیب کی وجہ سے وزن پیدا ہوجاتا ہے، اس لئے کہ چند
متحد الحقیقۃ اشیاء کی سراغ رسی اور اس تحلیل استقرا سے اشیاء کے باہمی تماثل و تشابہ کی بناپر ایک ایسے
عام حکم کا استنباط کرنا جس کے تحت مین وہ سب دیکھی بھالی چیزین آسکین، تحلیل و ترکیب کے عمل سے
یہ استقرا تکمیل تک پہونچا، مثلاً کشش ثقل کا مسئلہ پیش کیا جاسکتا ہے، استقرا نے تحلیل کے ذریعہ سے
تمام افراد کے وسیع سلسلہ مین ایک جسم کو دوسرے کی جانب بار بار کھینچتے ہوئے دیکھ کر عمل ترکیب کے
نام سے ایک عام کلیہ یہ بنایا کہ تمام اجسام باہمی کشش و تجاذب سے وابستہ ہین، چند چیزون کی
نبض شناسی کی جستجو اور حقیقت کے تفصیلی معائنہ کا اختتام یہی نتیجہ استقرا ہے، جس سے تمام اشیاء کو اس
بہ غور دیکھے ہوئے منظر کے تحت لایا جاتا ہے، تحلیل و ترکیب باہم مختلف و متفاوت نہین، بلکہ یہ ایک

ہی تصویر کے دو مختلف رخ، ایک ہی راہ کی دو مختلف شاخین، اور ایک ہی کل کے دو مختلف جزو ہین کہ قاعدہ کو طریقۂ فلسفہ بتاتے ہین، اس کے لئے یہ دونون لازم وملزوم کا حکم رکھتے ہین، جس طرح صرف تحلیل انجاحِ مرام کے لئے کافی نہین اسی طرح تنہا محض ترکیب بھی غیر مفید و ناکارہ ہے، بلکہ ان دونون کا صحیح استعمال اصل مقصد تک پہونچاتا ہے، مگر اس اعتبار سے کہ تحلیل ہی، ہر مجموعہ کے اجزا کو الگ الگ کرکے ان کے خواص و ماہیت کے علم کا آلہ اور ذریعہ ہے، ترکیب کی صحت وعدم صحت اسی تحلیل ہی پر ہے، اگر تحلیل صحت سے ہمدوش ہے تو ترکیب کا صحیح ہونا بھی لازمی ہے، اور اگر تحلیل مین اسقام شریک ہوگئے ہین تو ترکیب کسی طرح بھی ان سے بچ نہین سکتی، اس سلسلہ مین چونکہ تحلیل نہایت نازک اور اہم فرائض انجام دیتی ہے، اسی بنا پر ناقدین و مبصرین نے تحلیل ہی کو مرجح قرار دیا ہے، کہ اس ترجیح کے معنی نہین کہ ترکیب کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے،

بیانِ بالا سے معلوم ہوا کہ تحلیل و ترکیب کا اجتماع بس یہی ایک طریقہ تحقیقاتِ فلسفہ کے لئے نہایت سود مند اور منفعت بخش ہے، کس وقت جبکہ فلسفہ کی دونون غایتین اس مین ملحوظ رہین، پہلی غایت تفتیشِ علل یعنی معلول کی وساطت سے علت کا کھوج لگانا یہ امر ابھی معلوم ہو چکا، کہ اس قسم کی سراغرسی تحلیل سے متعلق ہے، اور ہر معلول دو یا زیادہ علتون کے اجتماع سے پیدا ہوتا ہے، علت و معلول کی جدا جدا شناخت کے لئے یہی مثال کفایت کرتی ہے، کہ مثلاً زید نے کسی قسم کا شربت تیار کیا، ظاہر ہے کہ شربت ایک چیز کا نام نہین، دو سے زاید چیزون کا مجموعہ ہے، یعنی شکر، پانی، اور ان دونون کو ملانے والا دست انسانی یہ علل ثلاثہ جب ایک جگہ مجتمع و فراہم ہو چکین تو اس اجتماع سے نتیجہ مین ان علتون کا معلول یعنی شربت شکر تیار ہو گیا،

بہر طور طریقۂ فلسفہ مین علتون کی تفتیش و سراغ کا تحلیل سے آغاز اور ترکیب پر اختتام نہایت ضروری ہے، کثرت کی وحدت مین منتقلی یہ دوسری غایت فلسفہ بھی کسی طرح طریقۂ فلسفہ مین

بھولنے اور چھوڑنے کے لایق نہین، اس مین بھی تحلیل و ترکیب کے توسط اور ذریعہ کے بغیر کار برآری ممکن نہین، اس لئے کہ اشیائے محسوسات اور ذہنیات کے حالات جن کے حاصل کرنے کی جانب انسان متوجہ ہوتا ہے، یہ سب کے سب مرکبات ہوا کرتے ہین، اور مرکبات کے قفل کے کھولنے کی کنجی تحلیل ہی ہے، ان مرکبات کی تحصیل کے لئے ضروری ہے، کہ تحلیل سے تحقیق شروع ہو کر ترکیب کے توسط سے وحدت مین منتقل ہو، مثال مین ادراک کی روداد قابل ملاحظہ ہے، کہ جب کسی شے کا ادراک کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے عمل تحلیل سے اس کے اجزا کا علم، پھر اشیائے مختلفہ کا انتخاب و تقابل ہوتا ہی ہر ہر جزو کے خواص پر غور و خوض ہوتا رہتا ہے، اس جستجو مین جتنی چیزین اوصاف مین مشترک و متحد ملتی ہین، اس اشتراک و اتحاد کی تنقیدی نظر سے جانچ کے بعد اسی سے ایک کلیہ بنا کر تحقیق کو عمل ترکیب کی بدولت مکمل کر دیا جاتا ہے،

ان اصول و قوانین سے پیشتر فلسفہ محسوسات کا گھروندہ بنا ہوا تھا، کیونکہ پہلے پہل اشیائے محسوسہ ہی پر فلاسفہ کی تحقیق کا دار مدار تھا، اس مین نقص یہ تھا کہ دنیا کی ہر چیز کا معائنہ اور اس کا بالکلیہ سمجھنا جو ممکن نہین اسے ممکن خیال کرکے کوشش کیجاتی تھی، جس کے نتائج و استنباط مفروضات کے گورکھ دھندے کے مثل وقعت رکھتے تھے، مگر اسی قسم کی خیال آرائیان اس زمانہ مین ایسی پسندیدہ تھین کہ یہی طرزِ تحقیق دور تک پھیلتا، اور بڑے بڑے حقون کو اپنا پرستار بناتا ہوا بہت آگے نکل گیا، انھین متقدمین فلاسفہ کے طبقہ مین سے ایک گروہ کے نزدیک ترکیب اجسام کی علت مادی صرف پانی قرار پایا، ان کے اعقاب نے اس تحقیق کو نظر انداز کرکے ہوا اور آگ کو اصول وجود کی سلسلہ جنبانی کے لئے منتخب کیا، فیثاغورث چونکہ ابتدا سے ریاضی مین ید طولیٰ رکھتا تھا، اپنے انھین خیالات راسخہ کی مناسبت سے اعداد کے خاصون کو مادہ اور ذہن کا ماخذ قرار دیکر فلسفہ کی بنیاد مفروضات کی سرزمین پر رکھدی، اسی قسم کی چہ میگوئیان سوفسطائی فرقہ کے ظہور کا سبب ہوئین،

یہی دور از کار خیالات عام طور پر پھیلے ہوئے تھے کہ سقراط نے محسوسات کا جنگل چھوڑ کر تاشۂ تحقیق
ذہنیات کے کاشانہ مین منتقل کر دیا، اور اسی فیلسوف کی سعی وکوشش نے تحقیق کے فوارہ کا رخ
باطن کی طرف پھیر دیا، اس کے بعد افلاطون اسی تحقیق کے سیکدہ مین ذہنی قوائے اعلی کے چند پیاسے لئے
ہوئے آیا، اس نے ذہن کے اعلی قوی کی تلاش اور جستجو ہی مین اپنی تحقیق مقید رکھی، اور اس کے سوا اور کی
جانب ملتفت نہ ہوا لیکن ارسطاطالیس نے ان عملیات ذہنی کو اپنی تحقیق کا مرکز بنایا، جو حواس خمسہ کے
سلکِ ارتباط مین منسلک ہین، ارسطو اور افلاطون ان دونون کی نوعیتِ تحقیق باہم اختلاف رکھتی ہے،
نمونہ کے طور پر ان دونون محققون کے طرزِ تحقیق کا کچھ تھوڑا سا بیان ملاحظہ طلب ہے،

ارسطاطالیس کے یہان جزئیات کے مطالعہ سے بتوسط استقرا کلیات کا اخذ و استنباط
کیاجاتا ہے، اس طرزِ تحقیق مین فوقیت یہ ہے کہ جن چیزون پر استقرا کا دارمدار ہے، ان کی تعداد جتنی زیادہ
ہوا تنا ہی عملِ استقرا زیادہ موثق اور صحیح اور نتائج اصح برآمد ہون گے، اور اس طریقہ مین دشواری
یہ ہے کہ واقعات مشاہدات اور تجربہ کی وساطت سے یکجا کرنے کی غیر معمولی کوشش جدا، پھر سمیٹے
ہوئے واقعات کے سرمایہ سے اخذِ نتائج مین بے انتہا غور و فکر کی عرق ریزی علحدہ، لیکن اسمین شک
نہین کہ اس کاوش وسعی موفور کے بعد جو نتائج حاصل ہوتے ہین ان کی استواری و پائداری بھی
غیر معمولی ہوا کرتی ہے، قدم قدم پر کد و کاوش کی صعوبت برداشت کرنے کے اعتبار سے یہی ایک طریقہ
عقل و محنت کا مرکز کہے جانے کا استحقاق رکھتا ہے، اس کے سامنے محض تصورات کی رنگ آمیزیان
ادنی وقعت و منزلت نہین رکھتین،

یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلسفۂ استقرا کے خود موجد (ارسطو) کے سر و دستار بعض اوقات اغلاط
کی چھینٹون سے نہ بچ سکے، اس سے طریقۂ زیر تذکرہ کا ساقط الاعتبار ہونا ثابت نہین ہوتا، بلکہ اس
طریقہ کی منزلت کی اور تائید ہوتی ہے، اس لئے کہ اتفاقاً جہان ارسطاطالیس سے لغزشین ہوئین ا

وہ تعداد مین کافی نہ تھے، استقصا ہے
اصل سبب یہ ہے کہ کلیہ بنانے مین جو واقعات زیر استعمال رہے،
نام نہ ہونے کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہوئی، ارسطاطالیس کے سرمایۂ حکمت مین سے بعض نہایت
شاندار کلیے چھانٹ کر ارباب نظر نے اپنے دفترِ انتخاب و پسندیدگی کے لئے علحدہ کر لئے ہین،
مثلاً ایک یہ کلیہ کہ ہر ایک شے مہد حیات مین آنے کے لئے ہر وقت آمادہ رہتی ہے، اور فطرت
کی نمائش مین اشکال اور صور مختلفہ کا نظر آنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب حالات موجودہ کے اقتضا
کا نتیجہ ہین، اگر کیفیات و حالات ایسے نہ رہین تو صورتین اور شکلین بھی پھر اس طرح نہین رہ سکتین،
ان مین بھی تبدل و تغیر لازمی ہے، اس طریقہ پر وجود و ہستی کا نہایت وسیع سلسلہ نباتی و حیوانی منزلین
طے کرتا ہوا انسان تک آتا ہے، اور موالید ثلاثہ کے جوق کے جوق تدریجاً باہم ایسے ملتے اور آپس مین
جذب ہوتے ہوئے چلے جاتے ہین کہ جنمین نہ کوئی درز نظر آتی ہے اور نہ اس انضمام و اتصال
کا مطلق احساس ہوتا ہے، بہر صورت فلسفۂ استقرائیہ نہایت کار آمد اور مفید ایجاد ارسطاطالیس
کے زورِ دانش کا نتیجہ ہے، اس ایجاد کی زبردستی کا ثبوت اگر تلاش کرنا ہو تو اس کے واسطے
سائنس کی اس وقت تک کی روئداد ترقی کی یادداشتین قابلِ مطالعہ ہین، ارسطاطالیس استقرا
کے قدمون سے جزئیات کی پستی کی خاک چھانتا ہوا کلیات کی بلندی تک پہونچتا ہے،

مگر افلاطون کا طرزِ تحقیق اس کے عکس و ضد خیال کرنا چاہیئے، وہ ابتدا ہی سے کلیات کی
بلندی پر چڑھ کر تحقیق کی دوربین سے دیکھ بھال کرنے کا خوگر ہے، اس کے یہان کلیات سے آغاز
تحقیق کیا جاتا ہے، اور پھر جزئیات کا استخراج عمل مین آتا ہے، گویا یہ اوجِ کلیات سے جزئیات
کے نشیب مین اترتا ہے، اس کا طرزِ تحقیق ایک خیالی تصویر سامنے رکھ لیتا ہے، اس کے بعد اس کی
تحلیل و تجزیہ سے اس کی تفصیل تک پہونچنے کی کوشش کیجاتی ہے، افلاطونی روش کی بنا تخیل پر ہے
اس لئے اس سے نتائج بہت جلد ہاتھ آتے ہین، محض استخراجِ نتائج کی سرعت اگر قابلِ تحسین و ستائش

قرار پاسکتی ہے تو اسمین کلام نہین کہ افلاطون کی نوعیت تحقیق ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی مشین سے
ہے، جو بہ تعجیل نتائج کے سکون کے انبار لگانے مین اپنا مثل و نظیر نہین رکھتی،

افلاطون کا فلسفیانہ طریقہ جو بہت جلد شاندار نتیجہ سامنے پیش کر دیتا ہے، ایسے درخت
مثل کہا جاسکتا ہے، جس کے برگ و بار دور سے تو طراوت بخش اور باصرہ نواز ہون، لیکن
سے دیکھنے پر اُس دور کی نظر فروزی سے کہین زائد ناگوار نظر معلوم ہون، یہ سچ ہے کہ ارسطو
یہان استخراج نتائج مین غیر معمولی صعوبت کے علاوہ تاخیر و درنگ بے حد ہوتی ہے، لیکن
نتائج استحکام و پائداری سے مملو ہوتے ہین، اسی بنا پر ناقدین نے افلاطون کے طریقہ کو ایک
نہایت بلند و پرشکوہ قلعہ سے تعبیر کیا ہے، جس کی بنیاد ہوا پر قائم ہو، اور ارسطاطالیس کے
تحقیق کو ایک ایسی مستحکم سنگین عمارت کی شکل تسلیم کیا ہے جو ٹھوس چٹانون پر بنائی گئی ہو،

ارسطو کے تلامذہ سے امید کیجا سکتی تھی کہ اپنے استاد کے ایجاد کردہ طریقہ کو اور وسعت
کی کوشش کرین گے لیکن خلاف امید بجائے وسعت کے اسے نہایت محدود و تنگ بنا دیا کیونکہ
یہ محسوسات کی طرف جھک پڑے اور وہ حکماء جو انتخابی کے نام سے مشہور ہوئے، انھون نے ایک
نئی صورت نکالی وہ یہ کہ طبقہ حکماء سے ہر ہر فرقے کی تحقیق و تنقید جو اپنی نظر مین کارآمد معلوم ہوئی
اس کا سلسلہ مسلسل کرنے مین مصروف ہو گئے، نوین اور سولھوین صدی کے حکماء چونکہ زیادہ تر
کے تصانیف کے مطالعہ اور ان کی شرح کرنے مین منہمک رہتے تھے، اس بنا پر ان کی یہ دیدہ ریزی
رائگان نہ گئی، اور اس دور مین اگرچہ زیادہ نہین مگر کچھ تھوڑی بہت ترقی فلسفہ مین ضرور ہوئی اگر
یہ حکماء ارسطاطالیس کے معین کردہ اصول کی پوری پوری پابندی کرتے تو یقیناً ترقی کی دوڑ مین
بہت آگے نکل جاتے، لیکن قباحت یہ سد راہ ہو گئی، کہ ان کی تحقیق ہموار و یکسان نہ تھی، بیشتر تحقیق کے
وقت عمل تحلیل کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا تھا، جب ہی اغلاط کی سخت ٹھوکرین لگتی تھین اور جب

کبھی اصول معینہ کے لحاظ سے تحقیق کی ابتدا تحلیل سے شروع کیجاتی تھی تو اس کا نتیجہ معیار صحت پر ایسا ٹھیک
اترتا تھا کہ جس مین بال بھر بھی کمی بیشی ممکن نہ تھی، اس فرقہ کی یہی کبھی کبھی کے صحیح اصول و قواعد کی پوری
پوری پابندیان ایسی تھین جو ترقی یسیر کے نام سے موسوم ہوئین،

فلسفہ مین مدت سے اسی کج دار و مریز کا سلسلہ یون ہی چلا آتا تھا کہ سترھوین صدی ڈی کارٹ
اور بیکن کو لئے ہوئے آئی، یہ دونون اصلاح فلسفہ کا بیڑہ اٹھائے اس کے ساتھ ساتھ تھے، ان عقل کے تیلون نے فلسفہ
کو حشو و زوائد اور اسقام سے پاک و صاف کرنے مین ان تھک کوشش کی، نہایت کد و کاوش کے بعد تحصیل فلسفہ
کے لئے اہم ہدایات کا انھون نے ایک نہایت مفید دستور العمل بنایا، مثلاً آغاز تحقیق مین یہ احتیاط عمل تحلیل کا استعمال
دائرہ تحلیل سے باہر کے داخل شدہ اجزا کا ترک اور عدم استعمال ختم تحقیق پر تحلیل کے بعد عمل ترکیب کا استعمال
ان ہدایات مفیدہ کے دستور العمل کی ابتدا مین تنبیہ کے عنوان سے اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ اگلے
فلاسفہ اپنی تحقیقات کے سلسلہ مین عمل تحلیل و ترکیب دونون کو ایک ساتھ نہ استعمال کرنے کی وجہ سے
گرداب اغلاط مین ایسے پھنسے کہ پھر صحت و ترقی کے ساحل تک نہ پہونچ سکے، اور مدت تک اسی طرح
تحقیق کی غلطی نے فلسفہ کے منہ پر حقیقی ترقی کا دروازہ بند رکھا، اسی وجہ سے تحقیق کے وقت مذکورہ ہدایتون
کی پوری پوری پابندی نہایت ضروری ہے،

ڈی کارٹ نے اس کے لئے خاص طور پر قوانین اربعہ کا ایک نہایت سودمند قانونچہ تیار کیا،

پہلا قانون، جب تک کسی چیز کا علم صحیح نہ ہو اس وقت تک اسے صحیح نہ تسلیم کرنا،

دوسرا قانون، زیر تحقیق اشیاء کی تحصیل مین ممکنہ کوشش صرف کرنا،

تیسرا قانون، بسیط خیالات سے مرکب خیالات کی طرف آنا،

چوتھا قانون، کل اجزائے تحلیلی کا نہایت دقت نظر سے بار بار جائزہ لیکر ترکیب مین
شامل کرنا،

صحیح مسلم کا ایک قدیم نسخہ ہندوستان مین،

از

مولوی امتیاز علی خان صاحب عرشی رام پوری،

رامپور اسٹیٹ لائبریری مین مسلم شریف کا ایک عتیق نسخہ محفوظ ہے،

یہ نسخہ، جمادی الاخری ۷۸۷ھ ہجری مین لکھا گیا ہے، دو فاضلون نے ملکر کتابت کی ہے، پہلی جلد کے کاتب کا نام محمد بن احمد بن محمد، اور دوسری کا ابراہیم بن حاجی سلیمان بن محمد بن یحیی ہے، مقام کتابت "قلعہ دار الامان" ہے، جلد ثانی کے خاتمہ پر یہ عبارت تحریر ہے،

"تم المجلد الثانی من صحیح مسلم من یوم الجمعة الخامس من جمادی الاخری سنة سبع وثمانین وسبعمائة بقلعة دار الامان، حماها الله تعالی عن الحدثان، بید العبد الضعیف المحتاج الی رحمة الله الاحد، محمد بن احمد بن محمد، حامدا ومسلما ومستغفرا"

کتابت کے ساتھ ساتھ، قرأت بھی جاری رہتی تھی، ہر سبق پر حاشیہ مین تاریخ اور سنہ لکھا ہے، غالبًا دوسری جلد ہی کے خاتمہ پر یہ عبارت درج ہے،

بلغ سماع من لانا وحبنا ومخدومنا، احد العلماء الاعاظم الاکارم، مجمع انواع المدائح والمفاخر والفضائل والمعالی والکمالات العلمیة والعملیة، شمس الملة والدین[1] بن مولانا الاعظم عماد، بنا والافادة، علی الله تعالی شیئ نعما، واوضح براهینهما

[1] اس کے بعد چند لفظ اور تحریر ہین، جنھین مین نہ سمجھ سکا، غالبًا شمس الدین لقب ہے، اور وہ نام ہے جو اس طرح لکھا گیا ہے کہ پڑھا نہین جاتا، ممکن ہے محمود ہو، اسلیے کہ آیندہ حاشیہ پر جگہ جگہ محمود عماد تحریر ہے،

فی الثانی عشر من جمادی الثانیه، والحمد لله کله،

اس نسخہ کی تصحیح اور مقابلہ چار نسخون سے کیا گیا ہے، جابجا حاشیہ پر، اختلافِ متن کے ساتھ، نسخون کے حوالے بھی دیے ہین، ان مین سے قابلِ ذکر تین نسخے ہین،

(۱) نسخۂ مغربیہ، (۲) حافظ اسمٰعیل[1] اصفہانی کا نسخہ، (۳) حافظ عبد الغنی[2] مقدسی کا نسخہ،

متعدد مقامات پر، حاشیہ مین حلِ لغت، یا تشریح وغیرہ بھی کیگئی ہے، محشی نے اپنا نام محمود عماد لکھا ہے، یہ غالبًا وہی صاحب ہین جنھون نے یہ کتاب پڑھی ہے،

کتاب کا خط صاف نسخ ہے، کل صفحات تقریبًا ۵۰۲ ہین، اور ہر صفحہ مین ۳۰ سطرین ہین،

کتاب مین دو جگہ سلطان محمود گجراتی کی مہر ثبت ہے، مہر کا رسم الخط، طغرا نما نسخ ہے، اس لیے مین پوری عبارت نہین پڑھ سکا، اس قدر صاف پڑھا جا سکتا ہے،

الخاقان بن الخاقان، السلطان محمود خلد الله ملکه وسلطانه،

مہر کے نیچے شنگرف سے تحریر ہے:-

مہر سلطان محمود گجراتی،

سرورق پر، متعدد دستخط اور مواہیر ثبت ہین، جنھین قابل ذکر یہ ہین،

[1] طبقات الحفاظ ذہبی مین لکھا ہے:-

ابو القاسم حافظ شیخ الاسلام اسمٰعیل بن محمد بن الفضل بن علی، قرشی اصفہانی، ملقب بہ قوام السنۃ، مصنف الترغیب والترہیب، ۴۵۷ھ مین پیدا ہوے اور ۵۳۵ھ مین وفات پائی، ابن مردویہ وغیرہ سے حدیث پڑھی، ابن عساکر، صاحب تاریخ دمشق ان کے شاگرد ہین، امام احمدؒ کے بعد، بغداد مین، ان سے زیادہ فاضل اور بڑا حافظ حدیث، نہین داخل ہوا، [2] حافظ عبد الغنی المقدسی الدمشقی، صاحب التصانیف ۵۴۱ھ مین پیدا ہوے اور ۶۰۰ھ مین وفات پائی، دار قطنی کے بعد ان جیسا محدث نہین ہوا، حدیث مین بہت سی کتابین تصنیف کی ہین، (طبقات الحفاظ ذہبی)

(۱) مہر عبد الرحیم خانخانان پسر بیرم خان، مہر کے نیچے یہ عبارت درج ہے:-

"صحیح مسلم در حدیث کہ در شہور سنہ ۹۹۴ در دار الامان احمد آباد، داخل کتابخانۂ خاص شدہ"

(۲) مہر موسوی خان، اس نے اپنے قلم سے یہ عبارت لکھکر مہر لگائی ہے:-

"اللہ اکبر؛ صار مما صار لخادم الفقراء، الاحقر موسوی خان علی اکبر عفی عنہ

وحسبك قول الناس فيما ملكته

لقد كان هذا مرة لفلان"

(۳) مہر حسن الحسینی، حسن نے یہ عبارت تحریر کرکے مہر لگائی ہے:-

"اللہ اکبر، شرفنی باعطاء هذا الكتاب النفيس الشريف . . . . . جعله الله

من الفائزين بالدرجة العليا، كتب العبد حاجی حسن الحسينی امروی عفی عنہ وعن والديہ"

حسن کی مہر میں سنہ ۹۸۹ منقوش ہیں، لیکن منقوط جگہ حاشیہ کے ساتھ، جلد ساز نے تراش دی ہے، اس لیے دینے والے کا نام غائب ہو گیا،

(۴) مہر مولوی امان اللہ، یہ محمد شاہی عہد کے فاضل ہیں، انھون نے اپنے قلم سے یہ عبارت تحریر کرکے مہر لگائی تھی،

"قد انتقل الى بالشراء الصحيح الشرعی، سلخ صفر للسنة العشرين والالف الهجرية وصلى الله على محمد وآله واصحابه"

لیکن مہر کسی نے محو کر دی ہے، صرف نشان باقی ہے، مہر کے محاذ مین یہ عبارت تحریر ہے:-

"مہر مولوی امان اللہ کہ در معرکۂ نادر شاہ شہید شدہ"

مولانا عماد کے متعلق، تذکرۂ علماے ہند (صفحہ ۱۵۰) مین لکھا ہے:-

"مولانا عماد کہ در عہد محمد تغلق بود، اجداد وے از عرب بغور آمدند و از انجا بعض از بزرگانش ہمراہ

سلطان شہاب الدین غوری، بہندوستان رسید"

سلطان محمد تغلق سنہ ۷۵۲ ہجری مین فوت ہوا ہے[1]، فرشتہ سے اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ محمد تغلق نے ملک الملوک عماد الدین کو، ۷ لاکھ تنگہ، اور اپنے استاد عضد الدین کو، ۴ لاکھ ایک دن مین عطا کیے تھے[2]، غالباً یہی مولانا عماد ہین، جنکا ذکر، تذکرۂ علماے ہند مین آیا ہے، اور جن کے صاحبزادے کا سماع، مسلم شریف کے زیر بحث نسخہ سے ثابت ہوتا ہے،

سنہ ۷۵۲ سے لیکر سنہ ۷۹۰ تک، فیروز شاہ نے حکومت کی ہے[3]، اس لیے اس نسخہ کا عہد کتابت فیروز شاہی عہد سلطنت کے مطابق ہے[4]،

سلطان محمود گجراتی جس کی مہر ثبت ہے داؤد شاہ کو معزول کرکے سنہ ۸۶۳ ہجری مین گجرات کے تخت پر بیٹھا اور سنہ ۹۱۷ کو فوت ہو گیا، نوین صدی کا آخری حصہ اس کے لیے آسودگی کا زمانہ تھا، چنانچہ سنہ ۸۹۲ مین احمد آباد کی چار دیواری تعمیر کرائی، اور دروازہ پر "من دخلہ کان آمنا" کندہ کرکے نصب کیا[5]، لہٰذا اس نسخہ کو تقریباً اسی زمانہ مین اس کے شاہی کتابخانہ مین داخل ہونا چاہیے،

بعد ازین عہد حکومت گجرات مین خانخانان نے، اس کو بہم پہنچایا، اور دار الامان احمد آباد کے کتابخانۂ خاص مین داخل کر دیا، جو آہستہ آہستہ دہلی اور دہلی سے رامپور گیا،

مذکورۂ بالا بیان سے یہ بات بالتصریح معلوم ہوتی ہے کہ صحاح مین سے کم از کم "صحیح مسلم" کے چار معتمد نسخے، آٹھوین صدی کے آخری حصہ مین ہندوستان کے اندر موجود تھے، جنمین حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی سنہ ۶۰۰ صاحب المصباح، نہایۃ المراد، الکمال، اور العمدۃ، اور حافظ شیخ الاسلام اسمٰعیل الاصفہانی متوفی سنہ ۵۳۵ صاحب الترغیب والترہیب کے نسخے خاص طور پر قابل ذکر ہین[6]، یہ نسخے آج موجود ہوتے تو ہزارہا

[1] فرشتہ، مقالہ ۲، ۱۴۳، [2] فرشتہ مقالہ ۲-۳، ۱۳۳، [3] فرشتہ مقالہ ۲-۱۵۰،

[4] معارف: مضمون نگار کے یہ تمام قیاسات خود انکی بعد کی تحقیق ضمیمہ سے باطل ہوگئے ہین جیسا کہ ان کے ضمیمہ سے آیندہ معلوم ہوگا،

[5] فرشتہ، روضہ ۳، ۱۹۳ تا ۲۰۵، [6] معارف :- یہ تمام قیاسات غلط ہین۔

روپیہ کے عوض بھی ارزان تھے، لیکن سرزمین ہند کی بد قسمتی نے ملک و دولت کے ساتھ، علمی جواہر پاروں سے بھی ہمارا دامن خالی کردیا،

معارف فروری ۲۹ء؁ مین، نواب صدر یار جنگ بہادر دامت عظمتہ نے بھی، امام ہمام مسلم النیشاپوری کی جامع صحیح کے ایک قلمی نسخہ سے تعارف کرایا ہے، یہ نسخہ نواب صاحب ممدوح کے کتابخانہ مین موجود ہے، اور عہد عالمگیری کے شاہی عہدہ دار روح الامین خان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

مضمون کے شروع مین، علامۂ سید سلیمان ندوی دامت عظمتہ، کا ایک نوٹ ہے، جسمین علامۂ موصوف نے ہندوستان مین اشاعتِ حدیث کی تاریخ متعین کی ہے، اس کا ماحصل یہ ہے،

(۱) نوین صدی ہجری تک ہندوستان مین صرف مشارق الانوار کا نسخہ نظر آتا ہے،

(۲) عہد اکبری مین کتب حدیث مین سے شمائل کا نسخہ غالباً ہندوستان پہنچ چکا تھا، ملا عبد النبی اور ملا یعقوب، حجاز سے حدیث پڑھکر آئے تھے، وہ اپنے ساتھ لائے ہونگے،

(۳) سب سے پہلے شیخ عبد الحق محدث دہلوی، عرب سے کم از کم مشکوٰۃ، موطا، امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے نسخے لائے،

(۴) سلاطین تیموریہ کے کتابخانہ سے حدیث کا کوئی نسخہ برآمد نہ ہوا، مین نے اس نظر سے خاص طور سے یورپ اور ہندوستان کی مطبوعہ فہرستین دیکھی ہین،

(۵) لیکن بنگالہ مین خواجگی شروانی (۵۹۰۲ھ) نے صحیح بخاری کا ایک نسخہ علاء الدین شاہ حسین کی نذر گزرانا تھا، جو خود خواجگی نے لکھا تھا،

مگر رامپور کے نسخہ سے ان مقدمات کی تائید نہین ہوتی، اس لیے

(۱) اگر زیر بحث نسخہ، محمد تغلق کے عہد مین ہندوستان کے اندر چار نسخون سے لکھا گیا ہے، اور سلطان محمود گجراتی کے شاہی کتاب خانہ مین رہکر، اکبر کے امراء تک پہنچا، گویا آٹھوین صدی کے وسط سے گیارھوین صدی کے شروع تک امرا کے پاس سے علماء کے دامن مین، اور علماء کے ہاتھ سے بادشاہون کے کتابخانون مین منتقل ہوتا رہا ہے، اس لیے نوین صدی ہجری تک، ہندوستان مین صرف مشارق کا وجود صحیح نہین، کم از کم صحیح مسلم یقیناً موجود ہے،

(۲) ملا عبد النبی اور ملا یعقوب ۹۸۰ھ؁ مین حجاز گئے تھے[1]، یہی زمانہ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے سفرِ حجاز کا ہے، اس حساب سے تقریباً ۲۰۰ سال پہلے سے، مسلم شریف موجود ہے، یہ ممکن ہے کہ شمائل ہندوستان مین آئی ہو، اور ملا صاحبان کی نظرِ انتخاب نے اسے یہان لانے کے لیے پسند کر لیا ہو،

اکبر کے آخری عہد مین، یا زیادہ سے زیادہ وسط مین، محدث دہلوی، حدیث کی کتابین لیکر آئے ہونگے لیکن انھین ملا عبد النبی کے گھر اپنے ابتدائی عہد مین اکبر حدیث پڑھنے جاتا تھا، آخر وہ کون سی حدیث کی کتابین ہوسکتی ہین، صرف مشارق کب تک سیراب کرسکتی تھی، یہ لوگ حنفی سہی، لیکن اس وقت تک اہل حدیث و اہل فقہ مین، اس قدر جنگ آزمائی نہوتی تھی، کہ فقہاء احادیث سے بھی بیزار ہوجاتے،

(۴) یہ بجا ہے، کہ سلاطین تیموریہ کے ہان احادیث کا ذخیرہ، کتاب خانہ کے شایانِ شان نہ تھا، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہین ہوسکتا، کہ صحاح بھی موجود نہ ہون، اس لیے کہ کم از کم صحیح مسلم تو ہمارے پاس موجود ہے، جو خود ان کا جاہ و حشم، اور ذوقِ علم معائنہ کر چکی ہے،

(۵) بنگالہ کے علاوہ، ہندوستان کے اور صوبون گجرات وغیرہ مین بھی احادیث کی کتابین مروج تھین، لیکن کمیاب ضرور ہون گی، یہ خواجگی کی عقیدتمندی تھی کہ اس نے بخاری شریف اپنے ہاتھ سے لکھی،

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

---

[1] مآثر الامراء، جلد ۲، ص ۲۵۵،

ضمیمہ

حضرۃ العلامۃ دامت شموس فضلہ بازغۃ!

گرامی نامہ ملا، انشاء اللہ آئندہ پورا نام لکھا کرون گا، مولانا محمود عماد کے متعلق مزید تحقیق کی

نوین صدی کے بزرگ معلوم ہوتے ہین، اس لیے کہ حاشیہ مین متن کی اس عبارت پر

حدثنا سعید بن منصور، ثنا مہدی بن میمون عن ابی الوازع عن جابر بن عمرو

تحریر کیا ہے، اظن الصواب سقوط عن، لان ابا الوازع ھو جابر بن عمرو، کما یفھم من التھذیب

والتقریب،

غالباً اس سے مراد، عسقلانی کی تقریب التہذیب ہے، جو ۸۲۷ھ مین لکھی گئی ہے، اس لیے محمود عماد کو

عسقلانی کا ہمعصر یا ان سے بعد ہونا چاہیے،

نسخہ کے متعلق ایک نئی بات اور معلوم ہوئی، یہ ایک اور نسخہ سے بھی صحیح کیا گیا ہے، کاتب یا محشی کہتا

کو صاحب الجلودی کا نسخہ کہتا ہے، محشی کی عبارت یہ ہے،

"کمافی نسخ معتمدۃ، احداھن قرأت علی صاحب الجلودی"

مضمون مین شاہ محمود گجراتی کی مہر کا ذکر آیا ہے، جسکی عبارت اسوقت میری سمجھ مین نہ آئی تھی مزید غور سے یہ شعر پڑھا گیا

تابلوح آسمان باشد ستونِ مہر و ماہ جاودان بادا نشانِ خاتم محمود شاہ

خلد اللہ ملکہ

اشاعت حدیث کی تاریخ پر اس سے یقینی روشنی پڑتی ہے، خدا کرے جناب کی مزید تحقیق سے یہ تاریخ ہشکر محمد تغلق ہی پر قرار پکڑ

ورنہ ہندوستان کے دامن پر سے یہ دھبہ چھوڑایا نہ جا سکے گا،

تحقیق فرماتے وقت جناب عماد، شمس الدین، اور قلعہ دار الامان سب پر نظر رکھین ممکن ہے یہ قلعہ دار الامان، وہی مقام ہو جس

برباد کر کے موجودہ احمد آباد (گجرات) آباد کیا گیا ہے، مشکل یہ آپڑتی ہے کہ اسکا سنہ تعمیر ۸۱۳ھ ہے اور نسخہ ۸۴۶ھ مین کچھ اور سوا سال قبل لکھا گیا

"امتیاز"

معارف

جبتک یہ نسخہ پیشِ نظر نہ ہو، اور اسکی پوری ورق گردانی نہ کر لیجائے، ان مشکلات کا حل مشکل ہے، بہرحال

تنقیح طلب دو باتین ہین،

۱۔ نسخہ کی تاریخ کتابت،

۲۔ اور نسخہ کی تاریخ قرأت،

۱۔ آپنے جو کچھ معلومات اپنے مضمون مین فراہم کئے ہین، اُن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کی کتابت

کی تاریخ ۸۰۶ھ ہے، اور جس مقام پر اس کی کتابت ہوئی، اس کا نام قلعۂ دار الامان ہے، جو بظاہر احمد آباد نہین

ہو سکتا کہ اس زمانہ مین تو گجراتی سلطنت قائم بھی نہین ہوئی تھی، لیکن اس نام سے کسی اور مشہور قلعہ کا نام بھی نہین ملتا،

۲۔ نسخہ کی تاریخ قرأت، نوین صدی ہجری کا اخیر ہے، کیونکہ آپ نے خود نقل کیا ہے کہ حواشی پر قاری

کے قلم سے تہذیب اور تقریب کے حوالے ہین، اور یہ دونون حافظ ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ کی تصنیفات ہین،

اس لیے قاری جنکا نام محمود عماد آپنے نقل کیا ہے، نوین صدی کے اخیر یا دسوین صدی کے شروع کے آدمی ہونگے، گجرات کے مشاہیر

علما مین مولانا عماد الدین طارمی شیرازی نام ایک بزرگ اسی زمانہ مین ملتے ہین، جو حضرت شاہ عالم المتوفی

۸۸۰ھ کے مرید ملک قطب الدین کے مرید تھے، اور ملا وجیہ الدین گجراتی المتوفی ۹۹۸ھ اور قاضی علاء الدین

گجراتی اُن کے مشہور شاگرد تھے، تاریخ علمائے ہند صفحہ ۲۷۲ مین ہے،

"مولانا عماد الدین محمد طارمی، طارم در حوالی شیراز است، از انجا بگجرات آمدہ بخدمت ملک قطب الدین

کہ خلیفۂ خاص حضرت سید محمد المشہور بشاہ عالم بودند مرید گشت، چنانچہ در علوم ظاہر بے نظیر آفاق

بود، و در علم باطن ہم طاق گردید، و بارشاد و ہدایت خلق مشغول گشت، میان وجیہ الدین

گجراتی از ارشد تلامذہ وے اند"

یہی عبارت و مفہوم مرأت احمدی (تاریخ گجرات) جلد ۲ صفحہ ۶۰ مین ہے، مولانا عماد طارمی کی ولادت

غالباً [illegible]ھ جو حضرت شاہ عالم کی وفات کا سال ہے پہلے ہو، کیونکہ انھین کی دعا سے مولانا کی ولادت کی حکایت بیان کیجاتی ہے،

بہرحال اس نسخہ کو اُن مولانا عماد کی طرف منسوب سمجھکر جو عہدِ تغلق مین تھے اس نسخہ کو ہندوستان مین ساتوین صدی کا آیا ہوا، اور یہان چار مشہور نسخون کی تصحیح و مقابلہ سے تیار ہونا، سرتاپا غلط ہے، جیسا کہ آپ نے خود اپنے بعد کے والانامہ (ضمیمہ) مین تسلیم کیا ہے،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مصر یا شام یا حجاز مین کہین منقول ہوا ہے، اور وہان سے سلطان محمود گجراتی اول کے زمانہ مین گجرات آیا، اور اکبر کے گجرات فتح کر لینے کے بعد یہ اکبری امرار کے ہاتھ آیا، یہ جو کچھ لکھا گیا ہے قیاس آرائیان ہین، ضرورت ہے کہ خود مضمون نگار، یا کوئی دوسرے صاحب علم اس نسخہ کو پوری طرح دیکھکر اپنی رائے ظاہر کرین،

قلعہ دار الامان کے نام سے [illegible]ھ مین کسی قلعہ کا پتہ نہین چلتا، کتب جغرافیہ، خطط مصر، خطط شام اور گجرات کی تاریخون مین بہت کچھ تلاش کیا، مگر دار الامان کا سراغ نہ پایا،

الفاروق

یعنی حضرت فاروق اعظمؓ کی لائف اور طرزِ حکومت، صحابہ کے فتوحات، طریقۂ حکومت، عراق و شام، مصر اور ایران کے فتح کے واقعات، حضرت عمرؓ کی سیاست، اخلاق، زہد، عدل اور اسلام کی عملی تعلیم کا شاندار منظر، مولانا شبلی کی یہ بہترین تصنیف سمجھی جاتی ہے، اگرچہ مسخ شدہ صورت مین معمولی کاغذ پر اس گران پایہ کتاب کے بیسیون اڈیشن فروخت ہو رہے ہین، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ اڈیشن کی تلاش تھی، مطبع معارف نے نہایت اہتمام و سعی بلیغ سے اس کا نیا اڈیشن تیار کرایا ہے، جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہے، نہایت عمدہ کتابت اعلیٰ چھپائی عمدہ کاغذ دنیاے اسلام کا رنگین نفیس نقشہ، مطلا ٹائیٹل، ضخامت ۳۱۲ صفحے قیمت :- للعہ

منیجر

تلخیص و تبصرہ

مرحوم احمد تیمور پاشا

مصر کے ان جدید تعلیمیافتہ اصحاب مین جنھون نے گذشتہ ربع صدی مین عربی علم ادب اور اسلامی علوم و فنون کی بیش از بیش خدمت انجام دی، ایک ہستی احمد تیمور پاشا کی ہے، افسوس ہے کہ انھون نے گذشتہ ماہ اپریل مین وفات پائی، ان کے مفید تالیفات کے علاوہ وقیع علمی مقالات مصر و شام کے ممتاز رسالون مین شایع ہوتے رہتے تھے، اور معارف نے بھی ان کے مضامین ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے صفحات مین پیش کیے،

احمد تیمور پاشا نومبر ۱۸۷۱ء مین مصر کے ایک متمول کرد خاندان مین پیدا ہوئے، یہ خاندان محمد علی پاشا کے عہد مین موصل سے مصر مین آکر آباد ہوا، اور اس کے مورث اعلیٰ تیمور بن محمد بن اسمعیل بن کرد محمد علی پاشا کے دورِ حکومت مین حکومتِ مصر کے دست راست تھے،

احمد تیمور پاشا ابھی چند ہی دن کے تھے کہ ان کے والد اسمٰعیل تیمور پاشا کا انتقال ہو گیا، اور ان کی تربیت ان کی شاعرہ و ادیبہ بہن عائشہ نے کی، انھون نے ان کو بچپن ہی مین ایک فرانسیسی مدرسہ "مارسیل" مین داخل کر دیا، چند سال کی تعلیم و تربیت کے بعد جب انھین عربی علم ادب سے زیادہ شغف ہوا تو فرانسیسی مدرسہ سے نکل کر گھر ہی پر عربی علوم و آداب کی باقاعدہ تحصیل شروع کی اور اس عہد کے مشہور اساتذۂ مصر کے سامنے زانوے ادب تہ کیا، چنانچہ ان کے اساتذہ کی فہرست مین مصر کے ممتاز افاضل شیخ رضوان بن محمد مغلاتی، شیخ حسن طویل، الشیخ محمد محمود ترکزی شنقیطی، شیخ

محمد عبدہ اور علامہ طاہر جزائری وغیرہ ہین، انھین اساتذہ سے علوم عربیہ صرف و نحو، فقہ، منطق، حدیث
اور علوم قرآن مین مہارت حاصل کی، اور ان علوم کے ماسوا فرانسیسی زبان مین خاص دستگاہ پہلے حاصل
ہو چکی تھی،

تحصیلِ علوم کے بعد انھین دنیاوی اعزاز و اکرام کا نمایان حصہ عطا ہوا، انھین خاندانی وجاہت
جو کچھ حاصل تھی، اس کی بنا پر "پاشا" کے خطاب سے سرفراز کرکے امورِ مملکت مین شریک کیا گیا
اور "مجلس الشیوخ" کے رکن منتخب کئے گئے، لیکن انھین ان امور سے فطرۃً دلچسپی نہین تھی، اس لئے
مجلس الشیوخ سے مستعفی ہوکر دیگر علمی و اصلاحی مشاغل مین مصروف ہوگئے، چونکہ موصوف نے شیخ
محمد عبدہ کا فیضِ صحبت اٹھایا تھا، اس لئے اصلاحی کامون سے ان کو زیادہ دلچسپی تھی، چنانچہ اپنے عہدہ
سے مستعفی ہوکر اپنا کافی وقت "جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ" کی خدمت مین صرف کرنے لگے، پھر "جمعیۃ
الشبان المسلمین" کے نام سے ملک کے مختلف اہل علم کی معیت مین ایک انجمن کی بنا ڈالی، اور اس کے
سرگرم کارکن رہے،

اور اپنے علمی مذاق کے لحاظ سے مصر و شام کی اہم علمی انجمنون "دار الآثار العربیہ"، "المجمع العلمی
المصری" اور "المجمع العلمی العربی دمشق" وغیرہ کے بھی رکن تھے، اور ان ادارون کی طرف سے عربی علم ادب
کی جو کتابین شایع ہوتی رہتین ان کی تصحیح و مقابلہ و تحشیہ مین معاونت کرتے، چنانچہ عربی علم ادب کی
مشہور کتاب "کتاب الاغانی" کا معتد بہ حصہ انھین کی زیر نگرانی شائع ہوا ہے، اور ان انجمنون
کی طرف سے مصر و شام کے جو ممتاز رسائل المقتبس، المنار، الزہراء، اور المجمع العلمی العربی وغیرہ
بطور آرگن شائع ہوتے ہین، ان مین ان کے علمی مضامین برابر شایع ہوتے رہتے،

موصوف کا سب سے زیادہ زندہ علمی کارنامہ ان کا مشہور کتب خانہ "کتب خانۂ احمد تیمور پاشا"
ہے، انھین کتابون کے جمع و ترتیب کا خاص ذوق تھا، اپنے عہدِ شباب ہی سے انھون نے نفیس

اور نادر کتابون کا ذخیرہ جمع کرنا شروع کیا جس کا سلسلہ زندگی کے آخری لمحون تک قایم رہا،

"کتب خانہ احمد تیمور پاشا" مین کتابون کی تعداد اگرچہ ۱۵ ہزار سے زیادہ نہین ہے لیکن
جس قدر کتابین ہین ان کا معتد بہ حصہ نادر قلمی کتابون پر مشتمل ہے، جو اولاً مصر، شام، شمالی افریقہ
اور دیگر مقامات کے مختلف گوشون سے بے دریغ روپیہ صرف کرکے حاصل کی گئین، علاوہ ازین
مشرق و مغرب کے مشہور کتب خانون مین جو نادر قلمی نسخے تھے، ان کی نقل منگائی گئی، اور جن کی
نقل نہ کیجا سکی، ان کے فوٹو حاصل کئے گئے، چنانچہ اس طریقہ سے اس کتبخانہ مین شمالی افریقہ، عراق،
شام، یمن اور حجاز کے کتبخانون کے نادر نسخون کی نقل حاصل کرنے کے علاوہ یورپ کے کتبخانون
مین سے قسطنطنیہ، پیرس اور روما وغیرہ سے نسخون کی نقلین حاصل کی گئین، یہان تک کہ رفتہ رفتہ اس کتبخانہ
مین ایسا ذخیرہ جمع ہوگیا کہ مصر کے بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ "کتب خانہ احمد تیمور پاشا" مصر و شام کے
دوسرے کتبخانون "دار الکتب مصریہ قاہرہ" اور "مکتبہ ظاہریہ دمشق" وغیرہ سے زیادہ بہتر ہے،

احمد تیمور پاشا نے اپنی زندگی ہی مین اس کتبخانہ کے لئے ایک شاندار عمارت تعمیر کی، اور پورے
کتبخانہ کو وقفِ عام کردیا، اور اس کے اخراجات، اور کتابون مین مزید اضافہ کے لئے جائداد کا ایک
معقول حصہ الگ کردیا،

موصوف کو زیادہ تر علم ادب، لغت اور تاریخ عرب و اسلام وغیرہ سے خاص شغف تھا،
اس لئے ان کی تالیفات بھی زیادہ تر انھین علوم کے دائرہ مین ہین، ہم ذیل مین المنار اور المقتطف
وغیرہ سے ان کی تصنیفات و رسائل کا ایک نقشہ پیش کرتے ہین،

۱- کتاب معجم اللغۃ العامیۃ مصر مین یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ مصر کی عامیانہ زبان
کو علمی زبان قرار دیا جائے اور فصیح عربی کے بجائے اسی زبان کو قبول کرلیا جائے، مصنف اس
جماعت کے ہم خیال نہ تھے، اور انھون نے پوری کاوش سے مصر کی عامیانہ زبان پر عبور حاصل کیا،

اور عامی الفاظ کے عربی و غیر عربی ہونے کی تحقیق کی، اور اس زبان کے غیر علمی ہونے کے ثبوت بہم پہونچائے
اور اسی سلسلہ مین عامی زبان کا ایک لغت تیار کر لیا، اور پھر اسکا ایک ذیل بھی لکھا،

۲- کتاب معجم الفوائد، یہ مصنف کے اثنائے مطالعہ کے اقتباسات کا مجموعہ ہے،
جو مختلف علمی و ادبی مباحث پر مشتمل ہے، ان تمام مباحث کو یکجا کر کے ان پر حواشی و تعلیقات بڑھائے
گئے، اور سب کو ایک مرتب شکل مین جمع کیا گیا ہی،

۳- ترجمہ ابی العلاء المعری، اس مین مشہور عرب شاعر ابو العلاء معری کے سوانح حیات
ہین اور اس کے مختلف فیہ حالات خصوصاً اس کے عقائد پر جامع تنقید کی گئی ہے، علامہ رشید رضا
مصری کا خیال ہے کہ ابو العلا معری پر اس سے بہتر مجموعہ اب تک شایع نہین ہوا،

۴- کتاب وفیات القرنین الثالث عشر و الرابع عشر للھجرۃ، یہ قدیم عرب مورخین
کے طرز پر تیرہوین اور چودہوین صدی کے اہل علم کے حالات مین ہے،

۵- مفتاح الخزانہ یہ بغدادی کی خزانۃ الادب کی جامع فہرست مضامین ہی،

۶- نظرۃ تاریخیۃ فی حدوث المذاہب الاربعۃ، یہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ
کی ابتدا اور عہد بعہد کی تدریجی ترقی اور مختلف ممالک مین ان کے نشر و اشاعت کی ایک مختصر جامع
تاریخ ہے، اس رسالہ کا اردو ترجمہ معارف کی کسی گذشتہ جلد مین کئی نمبرون مین شایع ہو چکا ہی،

۷- رسالۃ تاریخ الیزیدیہ، یہ فرقہ یزیدیہ کے حالات مین ہی،

۸- رسالۃ العلم العثمانی، یہ عثمانی پرچم کے اصل، اس کے ماخذ، اور اس کی گذشتہ تاریخ
اور پھر اس سے مصری پرچم تیار کرنے کے حالات مین ہی،

۹- رسالہ قبر سیوطی، علامہ سیوطی کی قبر کی تحقیق و حالات مین ہی،

۱۰- رسالۃ تنقیح لسان العرب، عربی کی مشہور لغت لسان العرب کی تصحیح و تنقیح،

۱۱- رسالہ تنقیح القاموس المحیط- اس مین عربی کے دوسرے مشہور لغت قاموس کی تنقید
و تصحیح کی گئی ہی

۱۲- ذیل طبقات الاطبا- یہ طبقات الاطبا ابن ابی اصیبعہ کا ذیل ہے، جسمین اطبا
اور حکما کے حالات ہین،

۱۳- التصویر عند العرب- اس مین عربون کے فن مصوری پر بحث کی گئی ہی،

۱۴- الآثار النبویہ، اس مین آنحضرت صلعم کے موے مبارک اور دیگر متبرک
آثار کا تذکرہ ہے، جو مختلف مقامات مین محفوظ ہین،

لیکن افسوس ہے کہ بجز چند مضامین اور رسائل کے ان کی تالیفات کا معتد بہ حصہ ابھی تک
قلمی ہے، اگرچہ ان مین سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ مرتب ہو چکی ہی، مگر مصنف کا مشغلہ اصلاح، ترمیم و
اضافہ کا ایک مستقل سلسلہ جاری تھا جس کی وجہ سے مصنف کو ایسی تسلی نہ ہو سکی کہ وہ کتابین پریس کے
حوالہ کیجاتین، اب توقع ہے، کہ ان کے صاحبزادے اسمٰعیل بک وغیرہ جو ان کے صحیح جانشین ہین انکی
تالیفات کو جلد تر شایع کرین گے،

"ر"

اسلام مین قوانین بین الدول

ڈاکٹر ارمنازی نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اور اس کی تصنیف پر پیرس سے انکو
قانون کی ڈاکٹری کی ڈگری ملی ہی، یہ کتاب فرنچ مین ہے، لیکن ڈاکٹر ارمنازی نے عربی مین بھی اس کا ترجمہ
کیا ہے، جو عنقریب چھپے گا، المقتطف نے اس کا ایک ٹکڑا شایع کیا ہے، جس کی تلخیص یہ ہے،

اس زمانہ مین قوانین سلطنت سے وہ تمام قواعد مراد ہین، جن سے سلطنتون کے باہمی حقوق
و فرائض کی تعیین ہوتی ہے، لیکن اس موقع پر ان قواعد سے ہماری مراد وہ قواعد ہین جن کی پابندی

مسلمانون پر غیر مسلمون کے معاملے مین خواہ وہ اُن سے برسر پیکار ہون یا انھون نے اُن سے مصالحت کرلی ہو، وہ اشخاص ہون یا غیر مسلم سلطنت ہو، دار الاسلام مین ہون یا دار الاسلام سے باہر ہون، ضروری ہے، انھین قواعد مین مرتد، باغی اور راہزن بھی داخل ہین، فقہ کی کتابون مین ان قواعد کو سیر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جو سیرت کی جمع ہے، جس کے معنی یہ ہین کہ غیر مسلمون کے ساتھ مسلمانون کا برتاؤ کیا ہونا چاہئے، اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ ائمہ نے ابتدا ہی سے قوانین سلطنت کی بنیاد ڈالدی تھی، گویہ بنیاد زیادہ تر قوانین جنگ سے تعلق رکھتی ہو،

اسلام کو ابتدا ہی سے دشمنون کے ساتھ سابقہ پڑا جنمین سے بعض کے ساتھ اس نے جنگ کی اور بعض کی طرف مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھایا، اس بنا پر اس نے جنگ و صلح کے قواعد ابتدا ہی سے بنائے، اور اسلام کی ترقی اور فتوحات کی وسعت کے ساتھ وہ روز بروز ترقی کرتے گئے،

بہت سے یوروپین مورخین نے یہ ثابت کیا ہو کہ فقہ اسلامی مین جنگ کے تمام اصولی قوانین موجود ہین، اور وہ صرف فتح وغنیمت تک محدود نہین ہین، بلکہ ٹکس کی تعیین اور اشیاے ممنوع التجارت وغیرہ کو بھی شامل ہین، اور آج ان کے متعلق جو قواعد موجود ہین، ان مین اور ان مین صرف نام کا فرق ہے،

فقہ اسلامی کی تمام شاخون کی کتابون مین باب الجہاد والسیر مین ان تمام قواعد کی تفصیل ہے، جنمین بہترین کتاب امام محمدؒ کی کتاب السیر الکبیر ہے، جس کی بسیط شرح شمس الائمہ سرخسی نے کی ہو، یہ ایک نہایت پر از معلومات کتاب ہو جس مین اس فن کے اصولی اور نادر مسائل مذکور ہین اور وہ صرف مذہب حنفی تک محدود نہین ہے، بلکہ اس مین دوسرے ائمہ کے مذاہب کی تنقید بھی کیگئی ہے،

امام ابو یوسف نے ہارون رشید کے لئے کتاب الخراج لکھی ہے، جس کو قانون مال کی کتاب کہنا زیادہ موزون ہے، اس مین انھون نے صلح و جنگ کے بہت سے مسائل سے بھی بحث کی ہے کیونکہ

جنگ بیت المال کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے، قدامہ ابن جعفر اور یحیی بن آدم نے بھی اس موضوع پر کتابین لکھی ہین،

اس موضوع پر قاضی ابو الحسن ماوردی کی کتاب احکام السلطانیہ بھی عمدہ کتاب ہے جو زیادہ تر مذہب شافعی کے مطابق لکھی گئی ہے، اور اس مین سلطنتون کے عام قوانین کا بیان ہے جسمین قانونِ جنگ بھی داخل ہے، اور جہاد، خراج، جزیہ اور غنیمت کے سلسلے مین انھون نے اس کا ذکر کیا ہے، اسی موضوع پر اسی نام کی ایک کتاب قاضی ابو یعلی نے حنبلی مذہب کے مطابق لکھی جس کا ایک بدخط نسخہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ مین ہے،

یہ قوانین جنکو ہم فقہ اسلامی کا ایک جزو قرار دیتے ہین، قانون خاص، قانون عام، قانون داخلی، قانون دولی سب کو شامل ہین، عرف و عادت کوئی چیز ان سے مستثنیٰ نہین ہے سلطنتون کے ساتھ افراد سے بھی اُن کا تعلق ہے،

ان قوانین کا اصلی ماخذ تو وحی الٰہی ہے، اور اس لحاظ سے ان مین تغیر و تبدیلی کی گنجائش نہین لیکن فقہ ایک نہایت وسیع چیز ہے، جنمین عبادات، معاملات، التعزیرات، سیاسیات، اجتماعیات سب داخل ہین، اس لئے وحی ان تمام قواعد کا ماخذ نہین ہوسکتی ابتدا مین تو بے شبہہ مسلمان صرف حدیث وقرآن پر قانع رہے، لیکن جب فتوحات کو وسعت ہوئی، نئی نئی ضرورتین پیدا ہوئین، اور مسلمانون کو ترقی یافتہ قومون سے سابقہ پڑا تو انھون نے فقہ کے قواعد مین اجماع اور قیاس سے کام لیا، اور عام ضروریات کے لئے عرف و عادت کے مطابق قوانین بنائے، اسلام کا سب سے بڑا قاعدہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اور امر بالمعروف کے معنی ہی یہ ہین کہ جو چیز لوگون مین متعارف ہو اس کی پابندی کی جائے، اور نہی عن المنکر کے معنی یہ ہین کہ لوگ جس چیز کو ناپسند کرتے ہین اس سے احتراز کیا جائے، اسلام کے جو قواعد رومیون، عبرانیون اور تمام قدیم قومون سے مشابہ ہین، اس کی وجہ

یہی ہے کہ جن ملکون مین اسلام نے نشو ونما پائی ان مین ان قواعد پر عمل کیا جاتا تھا، لیکن اسلام نے ان کو مٹانا نہین چاہا، کیونکہ وہ سوسائٹی کے لئے مفید تھے، اس بنا پر ہم نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہین کہ اسلام نے اور قومون کے تمدن کی ترقی مین رکاوٹ نہین پیدا کی بلکہ اُن کی قدیم چیزون کو قایم رکھکر قدیم وجدید قوانین کے درمیان ایک سنہری کڑی بنگیا، آج یہ قواعد بہت سی مختلف قومون کے قوانین کا ماخذ اسی لئے بنے ہوئے ہین، کہ اسلام کا اخلاقی نظام اُن کے اوصاف وخصائص کو فنا نہین کرتا تھا،

"ع"

اخبارِ علمیہ

زمین کی قوتِ جاذبہ پر اقتدار

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر زمین مین قوت جاذبہ نہ ہوتی تو اس کی گردش محوری کی وجہ سے اُسپر کی ساری مخلوق فضا مین اڑتی ہوتی، اس کی یہی قوت جاذبہ ہے جو فضا مین ہمارے پرواز کرنے کی سب سے بڑی مانع ہے، اس لئے بعض اہلِ فکر زمین کی قوت جاذبہ پر برقی قوتون کے ذریعہ اس قدر اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہین، کہ انسان ہوائی جہاز وغیرہ سے بے نیاز ہوکر برقی طاقت کی امداد سے بلاتکلف فضا مین اُڑتا پھرے،

یہ خیال مدت سے اہلِ نظر کے سامنے ہے، لیکن ابھی تک اس مین کوئی ادنیٰ کامیابی بھی نصیب نہین ہوئی ہے، لیکن ماہرینِ فن کی کوششین جاری ہین، اور اس نظریہ کے حصول مین ایک جرمن فلسفی لوسنفر کو سب سے زیادہ انہماک ہے، یہ خیال آج اگرچہ بظاہر مضحکہ خیز نظر آتا ہے، لیکن اگر زمانہ آیندہ مین اس کو کامیابی حاصل ہوئی تو دورِ حاضر کی ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ مدنیت ماند ہوجائے گی، کیونکہ اس وقت انسان کے حیطۂ اختیار مین ہوگا، کہ وہ سیارون کو آباد کرسکے، کیونکہ اس وقت ہوائی جہازون کے وہان تک نارسائی کا سب سے بڑا سبب زمین کی یہ قوتِ جاذبہ بھی ہے، اس لئے اُسکی قوتِ جاذبہ پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس قسم کے بہت سے موانع خود بخود دور ہوجائین گے، اور اس کے نظامِ معاشرت مین جو آسانیان پیدا ہوجائینگی وہ بھی اس وقت تصور سے بالاتر ہین، مثلاً آپ شش منزلہ مکان کی چھت پر سیڑھیون اور لفٹ کے بغیر ایک ادنیٰ پرواز مین پہونچ جائین گے،

جسم کے عناصر

عام طور پر مشہور ہے کہ جسم کا ہر زندہ کیسہ خون (خلیہ) سات سال مین تبدیل ہوجاتا ہے،
لیکن ڈاکٹر اڈلف پروفیسر روتشنر یونیورسٹی امریکہ نے اپنے مختلف علمی مباحث مین جسم کے
مختلف عناصر کی تبدیلی کے متعلق مختلف رائین قایم کی ہین، چنانچہ ان کی تحقیقات کا نقشہ
حسب ذیل ہے،

عنصر یا مادہ	تغیر کی مدت
پانی	۱۲ دن
نمک	۲۲ "
نٹروجن	۲۹۰ "
لوہا	۳۰۰ "
فاسفورس	۸۰۰ "

اسی طرح جسم کے اور مختلف کیسے ہین جنمین سے بعض ۲، دن بعض ۲۹۰ دن اور بعض
۵۰۰ دن مین تبدیل ہوتے ہین، علاوہ ازین چند ایسے کیسے بھی ہین جو کبھی تغیر پذیر نہین ہوتے
مثلاً انسانی دماغ کی ساخت جن جن کیسون یا خلیون سے ایک مرتبہ ترکیب پاچکی، وہ اس درجہ
پختہ ہے، جو تغیر و تبدل کو کبھی قبول نہین کرتی،

بچون کی عقلی نشو و نما کی آزمایش

امریکہ کے بعض علمی رسالہ مین ڈاکٹر افارنی کا وہ خطبہ شایع ہوا ہے، جو انھون نے انجمن
ترقی علوم امریکہ مین پڑھا تھا، اس خطبہ مین انھون نے بچون کی عقلی نشو و نما کے متعلق اپنے تجربات
پیش کئے ہین، انھون نے ایسے ۶۲ شیر خوار بچون کو اپنی نگرانی مین لیا جو پیدا ہونے کے ۵ منٹ

کے بعد سے ۱۵ دن کے اندر اندر سب کے سب ان کے پاس پہونچ گئے تھے، چنانچہ وہ اپنے تجربون سے
اس نتیجہ تک پہونچے کہ بچون کی ذکاوت یا ان کی عقلی جد و جہد آنکھین کھلتے ہی شروع ہوجاتی ہے
اور وہ ابتدا ًان چیزون اور ان آدمیون کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ جو ان کے سامنے آتے
جاتے رہتے ہین، اپنی نظرین گھماتے رہتے ہین، پھر جو لوگ ان کے پاس زیادہ آنے جانے والے
ہوتے ہین، یا جو چیزین زیادہ تر ان کے سامنے رہتی ہین، ان کی طرف ہاتھ پھیلا کر اور ہاتھ سکیڑ کر
اپنی انسیت کا اظہار کرتے ہین، اور ان کی یہ سب حرکتین ان کی فراست و ذہانت پر دال ہوتی
ہین، جس بچہ مین جس قدر فراست و ذکاوت ہوگی اسی مناسبت سے اس کی ان حرکتون مین
کمی اور بیشی ہوگی، اگر کوئی نوزائیدہ بچہ اپنی آنکھین نہین گھماتا، یا ویسے حرکات اس سے سرزد نہین
ہوتے تو آیندہ چل کر اس کی ذکاوت و فراست مین خامی ہوگی، اور یہ عادتین جس رفتار سے
ہون گی اسی رفتار سے بچون کی عقلی نشو و نما ہوگی،

ڈاکٹر موصوف نے اپنے خطبہ مین ان اسباب و علل پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جن کی بنا
پر ان کے یہ نتائج مستنبط ہوئے ہین،

سب سے قدیم حیوان کے آثار

اب تک بے شمار مقامات سے جانورون کے ایسے بہت سے ڈھانچے دستیاب
ہوئے، جو زمانۂ قبل تاریخ سے متعلق تھے، اور ان کی دستیابی سے ایک طرف نسل حیوانی کے
ارتقا کے مختلف نظریون کی تائید ہوئی، اور اس کے ساتھ سلسلۂ تاریخ کی مختلف کڑیان ملگئین
لیکن ابھی تک ان آثار سے نسل حیوانی کی سب سے آخری کڑی کا پتہ نہ چل سکا تھا، مگر اہل امریکہ نے
یہ کڑی بھی تلاش کرلی، چنانچہ ان کو جانورون کے چند ایسے کھر ملے ہین، جن کے متعلق ماہرین
طبقات الارض کا اتفاق ہے، کہ یہ سب سے قدیم ترین جانور کے آثار ہین،

یہ آثار کوئلہ کی ایک کان مین دستیاب ہوئے ہین، جو پتھریلے کوئلہ کی چٹان پر تقریباً ...
ہوے تھے، ماہرین فن نے اس گھر کے جانورون کو "شنگوسورس کوبی" سے موسوم کیا ہے جو نسل ...
مین سب سے قدیم ترین سمجھا جائے گا، اور جس کا زمانہ زمانۂ قبل تاریخ سے کئی ملین پیشتر کی طرف لوٹتا ...

توراۃ کا سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ،

برطانیہ کی انجمن توراۃ لندن مین توراۃ کا ایک قدیم مطبوعہ نسخہ آیا ہے، جو لاطینی زبان مین ہے ... کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ یہ توراۃ کا سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ ہے، اس کے طبع کا سال سنہ ... ہے ... سٹراسبرگ مین طلائی حروف مین چار جلدون مین چھپا ہے، اہل علم کا خیال ہے کہ راہب الکمس ... اس نسخہ کو قدیم زبان سے لاطینی مین منتقل کیا تھا،

قطب نما کا موجد

یورپ کی تاریخ علم البحر مین قطب نما کی ایجاد، چودھوین صدی کے ایک اطالوی ملاح کی طرف منسوب ہے، حالانکہ اس سے صدیون پہلے عربون کے علم البحر مین قطب نما کا نشان ملتا ہے، اور وہ عام طریقہ سے اس کو استعمال کرتے تھے، مسرت ہے کہ اب یورپ کے محققین بھی اسی نتیجہ تک پہنچ رہے ہین، چنانچہ ڈاکٹر لافر ناظم "عجائب خانہ تاریخ طبعی امریکہ" نے اس موضوع پر نہایت تفصیلی بحث کی ہے، جس مین انھون نے قطب نما کی ایجاد کو اہل چین کی طرف منسوب کیا ہے، اور اس دعوی کے ثبوت مین مختلف دلائل پیش کئے ہین، جن مین سے ایک قدیم قطب نما بھی ہے، جس کی تاریخ ... سال ق م سے پہلے کی طرف لوٹتی ہے، پھر اس خطبہ مین بتایا گیا ہے کہ یہ چین سے عرب و ایران مین پہنچا اور عربون مین عام طور پر رائج ہوا، اور اس اطالوی ملاح نے انھی عربون سے اس کو اخذ کیا، جس کو اہل یورپ اسی کی ایجاد سمجھے،

ادبیات

فروغِ اختر

از

جناب علی اختر صاحب حیدرآباد دکن

ترا اجتناب نظر نہین، مجھے سوز روح گداز ہے
ترا التفاتِ کرم نہین، یہ مری حیات کا راز ہے

مجھے دے نہ طعنۂ فارسی جو شکستِ دل سے ملول ہون
یہ ترا ہی گلشنِ سیر ہے، یہ تری ہی محفلِ ناز ہے

وہی صبح شام زمانہ ہین، مگر اب وہ رنگِ اثر کہان
نہ وہ نغمہ جنبت گوش ہے، نہ وہ زمزمۂ عشرتِ ساز ہے

تجھے اجتناب ہزار ہو، مجھے ڈر یہی ہے ترا پتہ
یہ ہر ایک جنبشِ دل مری کہ ترا فسانۂ راز ہے

لیے پھر رہی ہے کہان کہان، تجھے تیری فطرتِ بےخبر
کہ فقط فریبِ خیال ہے، کوئی غزنوی نہ ایاز ہے

مجھے کیون خیالِ بہشت ہو، مین گدا گوچۂ عشق ہون
ترا اک تبسمِ زیرِ لب، مری بزمِ دل کا طراز ہے

سرِ بزمِ ناز، پیامِ دل بجز اک نگاہ، ادا نہ کر
کہ خطا ہے جنبشِ لب یہان، یہ مقامِ راز و نیاز ہے

تجھے اختصارِ حیات سے یہ ملال کیون ہے، کہ بےخبر
تری زندگی کا ہر اک نفس تو خود ایک عمر دراز ہے

مجھے کیوں قلق ہو، اختر بےنوا، خطرِ مآل سے بیدلی
مری بندگی کا یقین ہے، وہ کریم و بندہ نواز ہے

عشقِ مجبور

از

نواب زادہ سید شمس الحسن صاحب بی اے، ایل ایل بی لکھنؤ

داغِ غم چاہون چھپانا تو چھپا بھی نہ سکون | نقش وہ دل پہ جما ہے کہ مٹا بھی نہ سکون

سینہ گلزار ہے اگر کبھی دیکھو تو سہی | داغِ دل درد نہین ہے کہ دکھا بھی نہ سکون

مین وہ ناکامِ محبت ہون کہ حالت اپنی | گر سنانا انھین چاہون تو سنا بھی نہ سکون

کاش وہ جرعہ مے مجھکو پلا دے ساقی | ہون جو بیہوش تو بھی ہوش مین آ بھی نہ سکون

کیسی فریاد، وہان حکمِ زبان بندی ہے، | یعنی آئے جو گلہ لب پہ تو لا بھی نہ سکون

کیون تکلف ہے تمھین دل کی تمنا پوچھو | تم کوئی غیر نہین ہو کہ بتا بھی نہ سکون

اللہ اللہ ری مجبوریِ آدابِ وفا | سامنے سے وہ نکل جائین بلا بھی نہ سکون

تم خفا، بخت خفا، چرخِ ستمگار خفا | کام بگڑا ہے کچھ ایسا کہ بنا بھی نہ سکون

درد نشتر کی طرح شمس ہے رگ رگ مین نہان

گر وہ پوچھین کہ کہان ہے تو بتا بھی نہ سکون

بابُ التقریظِ والانتقاد

المبین

از

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی

تقریباً چالیس برس کا زمانہ گذرتا ہے علامہ شبلی مرحوم کی تحریک سے مین نے جرجی زیدان کا رسالہ الہلال خریدنا اور پڑھنا شروع کیا تھا، ایسا خیال ہوتا ہے کہ ایک آدھ مرتبہ مراسلت بھی ہوئی، اُس زمانہ مین اعتدال اور وسعتِ مشرب کے لحاظ سے الہلال کے مضامین قابلِ پسند ہوتے تھے، علامہ مرحوم نے بھی اسکی تعریف ایک بار سے زیادہ فرمائی تھی، رفتہ رفتہ طبیعت کا اصلی رنگ نمایان ہو گیا اور یہ صاف نظر آنے لگا کہ مدیر الہلال کو عربون سے نفرت نہین تو کاوش ضرور ہے، اسی لیے بنی امیہ کی خلافت کی تنقیص اور خلافت عباسیہ کی توصیف اس کا شعار تھا، علیٰ ہذا القیاس اسی عرصے مین ایک سے زیادہ ناول اس کے شائع ہوئے، ان مین بھی "ممدن" پیرائے مین عرب اور اسلام کی منقصت پیش نظر رکھی تھی، لیکن یہ تدلیس اسقدر دلفریب ہوتی تھی کہ خود مسلمان اس کے احساس سے عاری رہتے تھے، چنانچہ ان مین سے ایک سے زیادہ ناولون کا ترجمہ خود مسلمانون نے کیا اور ہاتھون ہاتھ بکا، بالآخر علامہ مرحوم نے اسکو ضروری سمجھا کہ مسلمانون کو خصوصاً اور اہلِ علم کو عموماً جرجی زیدان کی تدلیس سے بچائین، عربی زبان مین ایک رسالہ لکھا اور محققانہ انداز مین جرجی زیدان کی غلط بیانیون اور تدلیسات کو واضح کیا، یہ رسالہ مصر مین طبع ہو کر شائع ہوا تو شیخ رشید رضا مرحوم نے بہت گرم جوشی سے اسکا خیر مقدم کیا اور لکھا کہ خود وہ اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے، لیکن جرجی زیدان کی تولیسات اور فریب کاریون کا دائرہ اسقدر وسیع تھا کہ اسکو

قابو مین لاکر تردید کرنا ممکن نہ ہو سکا، مولانا شبلی کی قوت دماغی قابل داد ہے کہ انھون نے قابو پاکر یہ علمی خدمت ادا کی اور ...
علم کو دھوکہ کھانے سے بچالیا، یہ تو پارینہ داستان تھی، المبین کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جہان الہلال کے ذریعہ ...
عربی تمدن تاریخ اور دین کی بیخ کنی کیجاتی تھی وہان فلسفۃ اللغۃ العربیہ عربی زبان کی عظمت کو مٹانے کی کوشش ...
بہر حال عربون سے وحشت کا یہ بھی ایک انداز ہے، مباحث کا جو خلاصہ المبین مین ...
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج تمدن کے مقبول و محبوب انداز و طرز استدلال سے فلسفۃ اللغۃ العربیہ کے مولف ...
بھی فیض پایا ہے اور وہ یہ ہے، ضرورت کے وقت جزئی کو کلی کر دینا خاص کو عام بنا دینا اپنے قیاس کو واقع ...
جزیا واقعات کی کڑی قرار دیکر حقایق کو ان کی اصلیت سے پھیرنا ان سے اپنے موافق نتیجہ نکال لینا مجوٹ بالاجر ...
خدمت علمی پہلے مولٰنا شبلی مرحوم نے ادا فرمائی تھی اُس کی تکمیل گویا المبین کے مؤلف مولانا سید سلیمان اشرف صاحب ...
کے قلم سے ہوئی ہے اور ممدوح نے خصوصاً اہل لغت پر احسان فرمایا ہے کہ ان کو ایک سخت مہلک مغالطے سے
بچالیا ہے، المبین مین صرف یہی نہین ہے کہ جرجی زیدان کی لغزشون اور غلط کاریون کی تصحیح اور تسدید فرمائی گئی ہے
بلکہ عربی زبان کی خصوصیات اس کاوش اور تحقیق سے قلمبند فرمائی مین کہ بے مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ایسا نیا فن مدون
فرما دیا ہے جس کے دھندلے سے متفرق آثار اگلون کی تصانیف مین نظر آجاتے تھے،

المبین کے سات باب ہین ان مین حروف کی بحث سے لیکر کمال گویائی تک تمام مدارج اور منازل مین عربی
زبان کی فضیلت و عظمت اس خوبی سے بیان فرمائی ہے کہ پڑھنے والا محو حیرت رہ جاتا ہے، یہ نہ خیال فرمایا جاے کہ فضائل
کا قصیدہ پڑھا گیا ہے یا خطبہ دیا گیا ہے نہین علم اصول لغت، فلسفہ اور منطق، تعمق نظر اور قوت بحث سے حقایق کو واضح
اور منکشف فرمایا ہے، درس نظامی کی استعداد آفرینی علمی حلقون مین مسلم ہے، مگر المبین کو پڑھکر واضح ہوا کہ درس مذکور
نہ صرف استعداد آفرین تھا بلکہ مجتہدانہ قوت بھی پیدا کر سکتا تھا، المبین مین مولف محقق کے قلم نے اون دشوار گذار میدانون
کو فاتحانہ طے کیا ہے، جنکا نشان بھی اگلی کتابون مین نہین اور اگر ہے تو جیسا مین نے اوپر عرض کیا مجمل اور مبہم سا،
نطق کی بابت (جہان جرجی زیدان نے قلم رکھدیا تھا) تو ایسا دقیق نکتہ زیب قلم ہوا ہے کہ جس کو پڑھکر قلب پر وہی

کیفیت طاری رہی جو برجستہ شعر کے سننے سے طاری ہوتی ہے، عربی زبان سے شکر ہے تھوڑا بہت تعلق نصف صدی
سے ہے، مگر جو مضامین المبین مین پڑھے، کبھی اس کا وہم بھی نہ ہوا تھا کہ زبان عربی ان حقائق و معارف سے مالامال
ہے، بیان اتنا مدلل اور صاف ہے کہ ذہن بے تکلف اس کو قبول کرتا ہے، ہان عناد اور ضد کا علاج نہین، دقیق
علمی مضامین کو اس قدر واضح بیان کر دینا مولف المبین کا حصہ تھا،

مصنف علام نے المبین کو سات بابون پر تقسیم کیا ہے، بے مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک زبان کی حقیقت
واضح کرنے کے واسطے جتنے پہلوؤن سے بحث کیجا سکتی ہے وہ تمام پہلو ان ابواب مین زیر بحث آگئے ہین، صرف سے
لیکر معانی کے فلسفہ تک کلام کے تمام مراتب پر بحث کیگئی ہے، بحث مین ایک حکیم کی دقت نظر، ایک ادیب کے
ذوق، ایک نحوی کی ہمہ گیری سے کام لیا گیا ہے، اور جو دعوی کیا گیا ہے اس کے ثابت کرنے کی پوری کوشش کی گئی
خلاصہ یہ ہے کہ کتاب پڑھنے والون کے واسطے بلند مرتبہ حکیمانہ مطالب کا ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے، جن کو کشادہ دلی سے
پڑھکر انسان زبان عربی کے کمالات کا اعتراف کئے بغیر نہین رہ سکتا اور اس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عربون کا دوسرے
ملک کے باشندون کو عجمی کہنا بے جا نہ تھا، اور یہی مصنف کا مقصد ہے، اب ہم ساتون باب کے مباحث کی مختصر کیفیت
پیش کرنے ہین تاکہ اہل نظر نمونے سے اندازہ فرماسکین کہ خروار مین کیا ہے،

باب اوّل، مین عربی زبان کے مخصوص فضائل ہین، اس مین سب سے اول وضع لغت کے معرکۃ الآرا
مسائل سے بحث کی ہے، اور اس بارے مین جو مختلف اقوال ہین اُن کو مفصل بیان کیا ہے، ان کا خلاصہ چار قول
ہین، اوّل الہامی یعنی انسان اپنی گوناگون قابلیتون کے ساتھ گویائی کی قابلیت بھی اپنے اندر لیکر اس عالم مین آیا، دوسرا
قول خارجی آوازون سے متاثر ہو کر اُن سے الفاظ بنالیے، خارجی آوازین کائنات کے اور جانورون کی تھین، یہان
پر دلچسپ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ کس تاریخ سے ثابت ہے کہ اس خاکدان مین اول چرند و پرند آئے اس کے بعد
انسان، اس سے بھی زیادہ دقیق سوال یہ ہو سکتا ہے کہ انسان الفاظ کے وضع کرنے مین فضاے عالم اور جانورون
کی آوازون سے سبق حاصل کرنے کا محتاج تھا اُن سے یہ سبق پڑھا لیکن دوسرے گوناگون کمالات عالیہ کا خزانہ

انسان کے دل و دماغ مین بھرا ہوا ہے، مثلاً فکر اور فکر کے بعد ترتیب مقدمات اور ترتیب مقدمات کے بعد [illegible]
اخذِ نتائج کے بعد ان پر عمل یہ تمام سبق انسان نے کس سے حاصل کیے ظاہر ہے کہ اس کے سکھانے سے تو تمام احول [illegible]
و ساکت ہے، اس صورت مین ضرور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ جہان تمام کمالات کے خزانے فطرت انسانی مین ودیعت [illegible]
وہان کلام کا کمال بھی تھا۔

اسی ضمن مین ایک قول یہ بھی ہو کہ خود اپنی فطری آوازون سے وضعِ الفاظ کا سبق سیکھا مثلاً شدت کر[illegible]
مین چیخ، درد مین ہائے وائے، خوشی مین واہ،

تیسرا قول، عالم مین جو آواز بھی کہین پیدا ہو وہ مختلف چیزون کے باہم
ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے، انسان کے ادراک کرنے والی قوتون نے جن مختلف
خیالات سے ٹکرین کھائین تو اون ٹکرون سے باطنی آوازین دماغ مین پیدا ہوئین [illegible]
آوازین زبانون تک آکر لفظ بن گئین،

عربی زبان کی خصوصیات کی تحت مین اول مخارج سے بحث کی ہے جو کلام کی سب سے پہلی منزل یا سیڑھی
ہے، بدیہی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ قدرت نے جس قدر مخرج انسان کے اندر حروف کے رکھے تھے اُن سے پورا
پورا کام صرف عربون نے لیا، غیر عرب ان مین سے اکثر کو غیر مستعمل چھوڑ کر ہاتھ سے کھو چکے، ایک واقعہ یاد آگیا، ایک
یورپین عالم کو (جو عربی زبان کے امتحانون مین کامیاب تھے) دعوی تھا کہ وہ عین اس کے مخرج سے ادا کر سکتے ہین
مین نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے سے حلق کی جڑ کو دباتے تھے اُس کے بعد زور کر کے اس مقام سے آواز نکالنے
کی سخت کوشش کرتے تھے، چہرہ سرخ ہو جاتا تھا آنکھین نکل آتی تھین، مگر عین کی پوری آواز نہ نکلتی تھی، کچھ ضرور ادا
ہو جاتی تھی، مخارج کے بیان کے بعد حروف کی صفات بیان کیے ہین، اس خصوصیت مین بھی عربی زبان صاف
ممتاز ہو جاتی ہے، نہ یہ سمجھنا کہ مصنف نے یہ خصوصیات خود تراش لی ہین، جیسے ان کے مقابل حریفون کا عمل ہے بلکہ
ان قوانین پر بحث کی بنیاد رکھی ہے جو صدیون کی تحقیق کے بعد ثابت اور مدون ہو چکے ہین، اس بحث کے مختلف پہلو

پڑھنے اور پڑھکر لطف اٹھانے کے قابل ہین،
دوسرے باب مین مخارج وصفات کی بحث کو اور زیادہ وسیع کیا ہے جس سے گویا وہ جدید بحث بنگئی ہے
اسی کے ساتھ اعراب سے بھی بحث کی ہے، اس باب مین دکھایا ہے کہ الفاظ مین حروف کی کمی و بیشی یا حرکات کی
خفت و شدت سے کس طرح ان کے معانی مین مختلف مراتب خفت اور شدت کے پیدا ہوتے چلے جاتے ہین، اور
اس سے ثابت کیا ہے کہ عربی مین الفاظ کے اعراب اور حرکات کی وضع بھی ضابطہ و قانون سے خارج نہین
بلکہ واضع نے ان کو معانی کے تغیر و تبدل کا اسی طرح آلہ بنایا جس طرح ان کی صورت کے تغیر و تبدل کا جس
طرح یہ باب بلحاظ اپنے مطالب کے پہلے باب سے زیادہ بلند اور دقیق ہے اسی طرح اسکی بحث اور اس کا
استدلال بھی زیادہ بلند پایہ ہے اور یہ مؤلف علامہ کی تحریر کی خصوصیت ہے کہ جس قدر آیندہ ابواب مین دعوی
بلند ہوتے گئے ہین اسی قدر ان کی دلیل بلند و مضبوط ہوتی گئی ہے، اور مطالب کی دقت، بیان کی صفائی کی
بدولت فہم کے لیے مشکل نہین بنجاتی، بلکہ آسان اور سریع الفہم رہتی ہے،

اول اور دوسرے باب مین مفرداتِ حروف کی بحث سے فارغ ہو کر تیسرے باب مین ترکیب
حروف سے بحث کی ہے، اور یہان بھی محض قیاسات سے نہین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مختلف حروف
کس طرح باہم ملکر اپنی مخصوص ترکیب سے اپنے معانی کا نشان دیتے ہین، اور جس طرح ایک علم کیمیا کا ماہر
ثابت کرتا ہے کہ کن صفات کی دو مختلف چیزین باہم ملکر ایک خاص تیسری چیز پیدا کرینگی، اسی طرح اس
فن کا ماہر بتا دیگا، کہ عربی مین جب فلان صفات کے حروف سے لفظ بنیگا اس مین فلان معنی ہون گے اگرچہ
اس نے لغت مین اس لفظ کے معنی نہ دیکھے ہون، اس بحث مین اوّل حروف کے صفات بتائے ہین جو علم
[illegible] مین ثابت ہین، اوس کے بعد دکھایا ہے کہ کس طرح ان کے اجتماع سے ان صفات کے مناسب معنی
پیدا ہوتے ہین، مثلاً حرف جیم اور میم اپنے اپنے صفات مقررہ کے لحاظ سے جس لفظ مین مل جائین گے
اس مین فراہمی اور اجتماع کے معنی پائے جائین گے جیسے جم. بہت، جمار، گروہ، جمہرہ تودۂ ریگ، اسی طرح

بہت سے حروف کی صفات مقررہ بناکر ان کی کثیر مثالون سے ثابت کیا ہے کہ حروف کی صفات کا اثر معانی پر بطور کلیہ پڑتا ہے جنکو تھوڑی سی بھی مناسبت زبان عربی سے ہوان کو ان مباحث مین وہی لطف آئیگا جو اقلیدس کی شکلین حل کرنے مین حاصل ہوتا ہے،

چوتھا باب جرجی زیدان کے اس مغالطے کا مدلل جواب دیتا ہے کہ زبان عربی کے الفاظ کا مادہ صرف دو حرف ہین یعنی عربی کے تمام الفاظ ثنائی ہین، تین یا چار حرف سے نہین بنتے یعنی ثلاثی یا رباعی کوئی لفظ اصلی نہین، اگرچہ یہ دعوی بلا دلیل تھا مگر مصنف المبین نے اسکی تردید بھی حکیمانہ پیرایہ مین کی ہے اور فلسفیانہ بحث سے ثابت کیا ہے کہ کیون عربی لفظ کے مادے کی تکمیل محض دو حرفون سے نہین ہوتی بلکہ ایک تیسرے اصلی حرف کے ملانے کی ضرورت ہے اور تیسرے حروف کے ملنے کا معنی پر کیا اثر ہوتا ہے، اس سلسلۂ بیان مین جرجی زیدان کی ہمہ دانی جس طرح بے نقاب ہوجاتی ہے ارباب فہم کے لیے عبرت افزا ہے، جرجی زیدان کا لفظ قط کو ثنائی بتانا اس کے علامۂ لغت ہونے کی ایسی روشن دلیل ہے جس کے خلاف دم مارنے کی مجال نہین ہوسکتی، اس بحث مین قطن کے لفظ کی جس کے سامنے جرجی زیدان نے ہتیار ڈالدیے تحقیق ایسی لطیف و نادر ہے کہ بہت سے برجستہ اشعار اس پر قربان کیے جاسکتے ہین، نون کا اپنی صفت (غنہ) کے ساتھ قاف اور طا سے ملکر قطن کی صورت پیدا کرنا اور اس مجموعے کا اثر معنی مین یہ ظاہر کرنا کہ روئی نشو و نما کے بعد اندر سے اپنے گولر کو پھاڑ کر باہر آتی ہے ایسی دقیق بحث ہے جس کی داد کا دینا بہت مشکل ہے،

پانچوان باب اسمین ارتقاے لسان سے بحث فرمائی گئی ہے، اولی مستشرقین کے مقرر کردہ اصول ارتقا تفصیل سے بیان کیے ہین، اُس کے بعد ارتقار کو انسانی ارتقاے عمرانیات کی مثال دیکر واضح کیا ہے پھر یہ بیان کیا ہے کہ مستشرقین مذکور کے یہ اصول جدید نہین بلکہ وہی ہین جو صدہا برس پہلے ابو ہاشم معتزلی نے بیان کیے تھے، اس کے بعد بہت شرح و بسط کے ساتھ محققانہ مسلک بالا پر بحث فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مستشرقین کی یہ رائین ایسے قیاسات ہین جنکا ساتھ واقعات اور حقائق نہین دیتے، ان مباحث

کے پڑھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ مولف کے دماغ کی بلند پروازی تحقیق اس فضا تک جا پہنچی ہے جہان مستشرقین کے قیاسات پست ہوکر رہ جاتے ہین، اور یہ امر قابل فخر ہے کہ جو مباحث و دلائل جدید تعلیم یافتہ طبع کو ساکت و مبہوت بنا دیتے ہین ایک قدیم درسگاہ کا فیض یافتہ عالم نہ صرف یہ کہ اون سے مرعوب نہین ہوتا بلکہ قوت استدلال سے ان کی کمزوریان ظاہر فرماکر طالبان علم کو صحیح راستہ تحقیق کا دکھا دیتا ہے،

چھٹا باب فلسفۂ اشتقاق پر ہے اور گویا جان سخن ہے اسمین اشتقاق صغیر و کبیر کی تعریف کے بعد صغیر و کبیر کا فرق دکھایا ہے، اُس کے بعد اشتقاق کبیر سے مفصل بحث کی ہے، اشتقاق کبیر زبان عربی کی ایسی خصوصیات عالیہ مین سے ہے جس کے سامنے تمام زبانین سپر ڈالدیتی ہین، حیرت ہوتی ہے کہ یہ صفت ایک زبان مین کس طرح پیدا ہوئی، مؤلف علام کا یہ کمال ہے کہ اس مسألہ مین جو تفصیل آج تک نہ ہوئی تھی وہ المبین کے ذریعہ سے ہماری آنکھون کے سامنے آگئی، اور پہلے لغت کے امام جس قاعدہ کو وضع کرکے اسکی چند ہی مثالین لکھ گئے تھے مولانا نے اُس کی صدہا مثالین لکھدی ہین، درس نظامی کی یہ بھی حیرت انگیز استعداد آفرین ہے کہ اس کے فیض یافتہ ہر نئی مشکل پر غالب آجاتے ہین، صدہا مثالون کے ذریعہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا دیا ہے، کہ یہ عربی الفاظ کی خصوصی شان ہے کہ اُن کی ترکیب کو چاہے جس طرح الٹو پلٹو نہ صرف یہ کہ وہ مہمل نہ ہونگے بلکہ یہ کہ اپنے مخصوص معنی کو برابر قائم رکھین گے، مثلاً ق م ر کی ترکیب سے جو لفظ بنیگا با معنی ہوگا اور اس مین بلحاظ ان حروف کی شخصی و ترکیبی صفات کے اس کے معنی مین "بتدریج ظاہر ہونا" پایا جائے گا مختلف ترکیبین ملاحظہ ہون قمر= چاند (آہستہ آہستہ گھٹتا بڑھتا ہے) رقم لکھنا، ایک حرف کے بعد دوسرا اور ایک لفظ کے بعد دوسرا درجہ بدرجہ لکھا جاتا ہے،

مرق (شوربہ) آہستہ آہستہ تیار ہوتا ہے، قرم (سردار قوم) مرتبہ سرداری تک انسان بتدریج پہنچتا ہے، رمق (تھوڑی سی جان جو باقی ہو) ایسی حالت مین سانس اور نبض دونون آہستہ آہستہ چلنے لگتے ہین، مقر (زہر قاتل) زہر کا اثر بتدریج ہوتا ہے)

اس سے بھی بڑھکر لطافت عسل (شہد) اس کا الٹا لسع (ڈنک) شہد کی مکھی مین ایک طرف شہد ہے تو دوسری طرف ڈنک،

اسی سلسلہ مین بعض الفاظ عربی جو عجمی الاصل خیال کرلیے گئے تھے مثلاً سراج (چراغ) اور لجام (لگام) اُن کا عربی الاصل ہونا اس قوتِ استدلال سے ثابت کیا ہے کہ بے اختیار زبان سے تحسین نکلتی ہے، اسی سلسلہ مین یورپ کے مستشرقین کی رایون کی کمزوریان متعدد پیرایون مین ظاہر فرمائی ہین،

ساتوان باب آخری باب ہے اور اس مین "عربی زبان کا حیرت انگیز کمال گویائی" دکھایا ہے، کہ باب مین یہ بحث ہے کہ عربی زبان کے الفاظ کا حرف بھی ایک کمال نہین کہ وہ "اپنے معنی کے ساتھ ایک نظم و تناسب رکھتا ہے" نہین بلکہ اس کے معنی کو جب دقت و تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو اس شے کی ایسی حقیقت سامنے آجاتی ہے جس کے اظہار کے لیے عجمیون کو صدیان درکار ہوئین اور پھر بھی اُس کا بیان ایک لفظ سے ذکر سکے،

اور اس تعجب خیز دعوی کو متعدد مثالون سے ثابت فرمایا ہے، ایک دوسرا پہلو وضعِ الفاظ کا کمال یہ دکھایا ہے کہ عرب اگر کسی مہمل آواز کی بھی نقل کرتے تھے تو وہ بامعنی ہوجاتا تھا اور ایسا بامعنی جو اپنی اصل کیساتھ پوری پوری مناسبت رکھتا تھا، مثلاً کوے کے بولنے گھوڑے کے ٹاپ اور ہانڈی کے جوش کھانے کی آواز کی جب عربون نے محاکات کی تو اُس نقل کے لیے جو الفاظ وضع کیے اُن کے معنی اصل کے ساتھ مناسبت تام ملحوظ رکھی مثلاً کوے کی آواز کی نقل عربی زبان مین "غاق غاق" ہے، چونکہ یہ نقل ایک سیاہ جانور کی تھی اسلیے اس مادہ سے جو الفاظ لیجیے ان کے معنی مین سیاہی کا مفہوم موجود ہے، دیکھو تغیق بصرہ (اسکی بینائی تاریک ہوگئی) غیق فی رائہ" اسکو تیرہ راے کردیا، علی ہذا القیاس،

خاتمۃ الباب مین "بے مثل مطالعہ صحیفہ کائنات" کی بحث ہے، عربون نے دفترِ کائنات کا مطالعہ جس عمیق نظر سے کرکے ہر ہر پہلو اور تعینِ مدارج کو جداجدا الفاظ کے ذریعے سے بنایا اور دکھایا وہ انھی کا حصہ تھا،

مثلاً عرب لکھنے پڑھنے سے عام طور پر بے بہرہ تھے تاہم لکھنے پڑھنے کے سامان کی مختلف حیثیتون کے لیے جس قدر الفاظ عربی زبان مین ہین شاید ہی کسی اور زبان مین ہون، دیکھو جس نے سے قلم بنایا جاتا ہے جب تک اصلی حالت مین ہے "انبوبہ" ہے، اب قلم تراشنا شروع ہوا، جو ریزے کٹ کٹکر گرتے گئے اُن کا نام "براہ" یا "برایہ" قلم کے شگاف کو جس سے وسیع کرتے ہین اُس کے لیے لفظ "لیط"، نوک کاٹنے کو "قط" جسپر قط لگایا جاوے وہ "مقط"، جب بنکر درست ہوگیا تو اسکا نام قلم ہوا، طرف قط کو "رشن" کہتے ہین، قلم کی تعریف ہے "قلم رشان" غیر انحرف قلم جب قلم چلا تو اسکی آواز کا نام "صریر" ہے،

اسی طرح دوات اور روشنائی اور کتاب کے واسطے الفاظ ہین، اس دقتِ نظر اور باریک بینی کو مولٰنا نے بہت سی مثالین دیکر واضح اور مدلل فرمادیا ہے، یہ بحث جس قدر نازک ہے اسی قدر پرلطف اور خرد افروز ہے، اسی پر کتاب کا خاتمہ ہوجاتا ہے،

بیانِ بالا سے آپ کو واضح ہوا ہوگا کہ المبین نے عربی الفاظ کی پیدائش (مخارج) سے لیکر کمالِ عمر (کمال وضع الفاظ) تک کی ہر منزل سے بحث فرمائی ہے، اور میرا یقین ہے کہ مدلل بحث فرمائی ہے، یہ کتاب اس قابل ہے کہ علم دوست اصحاب اُس کے مطالعہ سے لطف و بصیرت حاصل فرمادین، طلبا کو اس کے مطالعہ کا موقع دیا جائے تاکہ وہ بھی تحقیق اور آزادانہ تحقیقات کے انداز سیکھین، اس کے خوگر ہون، علما اس کو مطالعہ فرماکر تحقیقات کا قدم اور آگے بڑھائین، کاش اس رسالہ کا ترجمہ عربی اور کسی یورپین زبان مین ہوتا تاکہ دوسرے ملک کے اہل کمال بھی مولف علام کی محنت و تحقیق کی داد دیسکتے،

مطبوعات جدیدہ

القضاء فی الاسلام، مولفہ مولانا عبد السلام صاحب ندوی حجم ۹۲ صفحے بتقطیع ۲۲×۱۸ لکھائی چھپائی اچھی کاغذ متوسط قیمت ۱۲؍ پتہ دار المصنفین اعظم گڈھ،

مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے اس رسالہ مین اسلام کے اصول طریقۂ شہادت فصل مقدمات اور اسلامی قوانین متعلقہ عدالت وقضا کو پیش کیا ہے، رسالہ کی ابتدا "اسلامی نظام حکومت مین منصب قضا کی اہمیت" سے ہوتی ہے، پھر قاضی کے تقرر کے شرائط، "قاضی القضاۃ"، "ثالث"، "قاضی کے فرائض و اختیارات"، "انفصالِ مقدمہ"، "سماعتِ مقدمہ"، "مقدماتِ فوجداری"، اور "پیروی مقدمات" وغیرہ پر بحث کرنے کے بعد "اسلام کے طریقۂ شہادت" پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے، پھر "جرح" وغیرہ کے طریقون کو پیش کیا گیا ہے، اس کے بعد سب سے آخر مین "اسلامی قانون" کے عنوان سے عہد نبوی اور دورِ صحابہ مین قانونِ اسلام کی حیثیت، پھر تمدن کی تدریجی ترقی اور نئے قوانین کی ضرورت کو دکھا کر فقہ کی تدوین کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اسی ذیل مین فقہ اسلامی مین تغیر و تبدل کے اصول کی طرف بھی اشارے کیے گئے ہین،

یہ رسالہ غالباً اپنے موضوع پر اردو مین سب سے پہلا رسالہ ہے، اور اجمالی طور پر اس موضوع کے تمام پہلوون پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے، اور رسالہ شروع سے آخر تک نہایت دلچسپ اور اپنے اس جدید موضوع پر نہایت پراز معلومات اور مصنف کے نام نامی کے شایانِ شان ہے،

مولود نبوی اور مسئلہ تعلیم، مرتبہ جناب حاجی محمد موسیٰ خانصاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڈھ حجم ۸۰ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ متوسط قیمت مرتبہ، پتہ دتاولی ضلع علی گڈھ،

جناب حاجی محمد موسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی سیرت نبوی کے مختلف مباحث مستقل عنوان سے پیش کرتے رہے ہین، اسی سلسلہ مین ان کا ایک رسالہ "مولود نبوی اور مسئلہ تعلیم" ہے، یہ رسالہ گویا آنحضرت صلعم کی تعلیمی زندگی کے پہلو کو پیش کرنے کے لئے لکھا گیا ہے، اور اسی لئے اس کا ایک ایک نسخہ وائس چانسلر صاحب مسلم یونیورسٹی کے ذریعہ سے مسلم یونیورسٹی کے اساتذہ کی خدمت مین بھیجا گیا ہے، مصنف موصوف ایک کہنہ مشق اہل قلم ہین، ان کے قلم سے جو کچھ نکلے وہ مطالعہ کے لائق ہے، لیکن اسی بنا پر ہمین اس کا بھی حق ہے کہ موصوف کی تحریرون مین اسی مناسبت سے زیادہ سے زیادہ جامعیت تلاش کرین، اس لئے اگر یہ رسالہ اپنے موضوع کے لحاظ سے غیر متعلق مباحث سے خالی ہوتا اور واقعات اور ان کے نتائج مین زیادہ ربط و تسلسل پایا جاتا تو زیادہ موزون تھا،

محشرِ خیال، از مرزا محمد عسکری علی خان صاحب مجازی لکھنوی حجم ۱۶ صفحے تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت ۲؍ پتہ منیجر صاحب رسالہ ادب لکھنؤ،

یہ جناب مجازی لکھنوی کے چند صفحون کے کلام کا مختصر مجموعہ ہے، جس مین مختلف عنوانات پر ایک دو رباعیان یا قطعے ہین، جناب مجازی کے کلام کی یہ ظاہر بہ خصوصیت نظر آتی ہے، کہ وہ اپنے ہر شعر مین زندگی کے کسی راز کو فاش کرین، مگر یہ کام جتنا اہم ہے، اسی مناسبت سے شاعر کا پروازِ خیال بھی بلند ہونا چاہیے،

موید المسلمین، مولوی ابو ظفر موید الدین حسن صاحب مددگار ناظم کورٹ آف وارڈز سرکار عالی حیدرآباد، حجم ۵۰ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط، پتہ :- مددگار ناظم کورٹ چیتاپور گلبرگہ دکن،

مولوی صاحب موصوف وقتاً فوقتاً اصلاحی اور تعلیمی رسالے شایع کرتے رہتے ہین، یہ رسالہ موید المسلمین خاص نومسلمون کی ابتدائی مذہبی تعلیم کے لئے لکھا گیا ہے، جس مین اسلام کے اعتقادات و عبادات کے ضروری مسائل کو مختلف سبقون مین تقسیم کرکے نومسلمون کو سکھانے کی ہدایتین درج ہین، اس رسالہ کو

سامنے رکھ کر ناخواندہ نومسلمون کو اسلام کے ضروری مسائل آسانی سے سکھائے جاسکتے ہین،

جونیر سلف ٹیچنگ ٹرنسلیشن، پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم، اے (گولڈ مڈلسٹ) معلم عربی و فارسی اسلامیہ کالج کلکتہ نے اردو سے انگریزی ترجمہ و املا کرنے کے لئے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، رسالہ کی ترتیب جدید طریقِ تعلیم مین سے "طریق راست" کے اصول پر کی گئی ہے، رسالہ دس ابواب مین منقسم ہے، ہر باب مین انگریزی زبان کی گرامر کے قواعد اختصار اور جامعیت سے بتا کر ان کو کمل اور آسان جملون مین مشق کرایا گیا ہے، پھر اسی طریقہ سے تدریجی ترقی کرتے ہوئے اردو کی سلیس عبارتین ترجمہ کے لئے پیش کی گئی ہین، اور ترجمہ کی عام کتابون کی طرح مشکل الفاظ اور محاورون کا انگریزی ترجمہ قوسین مین درج کر دیا گیا ہے،

توقع ہے کہ یہ کتاب اسکول کے چوتھے درجے سے آٹھوین نوین درجہ تک کے طلبہ کے لئے نہایت مفید ہوگی، کیونکہ انگریزی ترجمہ کی کتابین جو بالعموم خصوصاً مشرقی صوبون مین شایع ہوتی رہتی ہین وہ ایسے اہل قلم کے قلم سے نکلتی ہین، جنھین انگریزی زبان پر تو کافی عبور ہوتا ہے، لیکن اردو زبان اور اس کے صحیح محاورون اور مفہوم کے صحیح طریقۂ ادا سے واقف نہین ہوتے، لیکن زیر تبصرہ رسالہ ایک ایسے مصنف کا ہے، جسے دونون زبانون پر یکسان عبور حاصل ہے، اس لئے اس کو اپنے موضوع پر ایک کامیاب رسالہ کہا جاسکتا ہے، رسالہ کا حجم ۸۰ صفحے ہے، جو خوش نما ٹائپ مین اچھے کاغذ پر چھپا ہے، [illegible]ت مجلد ۹ر ہے، مصنف موصوف سے اسلامیہ کالج کلکتہ یا جناب سید ظہیر الشم صاحب ندوی بی اے کوٹھی ڈاکٹر ولی احمد صاحب چوہٹہ بانکی پور پٹنہ کے پتہ سے مل سکتا ہے،

"ض"

جلد بست وششم | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء | عدد ۳

مضامین